تاریخِ حدیث و اُصولِ حدیث

مُحمّد عباس طور

آزاد بک ڈپو اُردو بازار لاہور

تاریخِ حدیث و اُصولِ حدیث

مُحمّد عبّاس طُور
فارغ التحصیل درسِ نظامی۔ وفاق المدارس
فاضل عربی۔ بی اے

آزاد بک ڈپو اُردو بازار لاہور

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر دائمی محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— تاریخ حدیث واصولِ حدیث

طباعت ———

تعدادِ اشاعت ——— ایک ہزار

مطبع ——— گنج شکر پرنٹرز لاہور

ناشر ——— چوہدری بشیر احمد بٹالوی

قیمت ——— 18 روپے

Marfat.com

دیباچہ

شائقین امتحان فاضل عربی، وفاق المدارس چند دنوں سے اصرار کر رہے تھے کہ جس طرح ہمارے لیے کتاب "نخبۃ الفکر" (اصول حدیث) کے دقیق اور عمیق مباحث کو بطرز سوال و جواب مرتب کر کے آسانی کر دی ہے۔ بنابریں سلسلۂ اصول حدیث کے ساتھ ساتھ تاریخ حدیث پر بھی کچھ نہ کچھ لکھا جانا ضروری ہے۔ یہ سطور ان کی ضرورت کے پیش نظر لکھی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے طلبہ کے لیے کما حقہٗ مفید بنائے۔

میری یہ کاوش میرے والد بزرگوار شیخ الحدیث مولانا محمد حسین طور (رحمۃ اللہ علیہ) کی رہین منت ہے۔ لہٰذا میں اپنی اس محنت کو والد محترم کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ میرے والد محترم کے لیے مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ ۔ ۔ شکریہ

محمد عباس طور

Marfat.com

تاریخِ حدیث

حدیثِ نبویؐ

حدیث کی لغوی تعریف حدیث کا لفظ عربی میں مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
۱ - بات چیت اور گفتگو کے معنی میں۔ قرآن کریم میں فرمایا:۔
"فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ" پس وہ اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔
سالارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔
"اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ" اللہ کی کتاب بہترین کلام ہے۔
۲ - نئی چیز اور نئی بات کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ حادثہ کو اسی لیے یہ نام دیا گیا ہے کہ وقوع کے اعتبار سے نیا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے لفظ حدیث قدیم کی ضد ہے۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف شریعت کی اصطلاح میں محدثین نے حدیث کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کے لیے مختص فرمایا ہے۔

"ھو علم یبحث فیہ عن اقوالہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ وتقریرتہ واحوالہ"
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔
حدیثِ نبویؐ کی تین قسمیں ہیں۔

۱ - قولی حدیث جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کا ذکر کیا گیا ہو صحاح ستہ کی اکثر حدیثیں آپ کے اقوال ہیں۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔
"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کہ اعمال کی صحت اور قبولیت و عدم قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے۔

۲ - فعلی حدیث حدیث کی دوسری قسم آنحضورؐ کے افعال ہیں۔ مثلاً نماز، وضو، اعتکاف اور دیگر افعال۔ یہ سب سنت اور جمہور کے نزدیک حجت ہیں ان کا اتباع ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا "صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ" کہ نماز پڑھو اس

Marfat.com

طرح) جس طرح مجھے بحالتِ نماز دیکھتے ہو۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے فعل کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا (ملاحظہ ہو روایت ابو حمید ساعدی از کتب احادیث)

۳۔ تقریری حدیث تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی صحابی آنحضورؐ کی موجودگی میں ایک کام کرے آپ اُسے منع نہ فرمائیں بلکہ صحابی کے فعل یا قول کی تصویب و تائید صراحۃً یا اشارۃً فرما دیں۔

(ا) تقریرِ فعل کی مثال حضرت عمرو بن العاصؓ پر غسل واجب تھا بیماری کی بنا پر وہ پانی استعمال کرنے پر قادر نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضورؐ کی موجودگی میں تیمم کیا اور آپؐ نے ان کو منع نہ فرمایا۔

(ب) تقریرِ قول کی مثال حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابو درداءؓ کے ہاں بطورِ مہمان ٹھہرے اور ابو درداءؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر قیام کرتے تھے سلمان فارسیؓ نے ان سے کہا۔

«وانّ لجسدك عليك حقًّا وانّ لنفسك عليك حقًّا»

کہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ ابو درداءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپؐ نے سلمان فارسیؓ کے ان الفاظ کی تائید فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی صحابی کے فعل یا قول کی تصویب و تائید فرما دینا اور آپؐ کا اس پر خاموش رہنا اور اس پر آپؐ کا اعتراض نہ کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ کام جائز ہے اور حدیث ہے ورنہ آپؐ خاموش نہ رہتے۔

سُنّت کی لغوی تعریف (۱) سُنّت کے لغوی معنی ہیں۔ وہ راستہ جس پر چلا جائے (الطریقۃ المسلوکۃ) خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا۔

(۲) طریقِ کار ۔ راہِ عمل۔

(۳) کسائی نحوی کے نزدیک سُنّت کے معنی ہیں دوام و ہمیشگی۔ عربی محاورہ میں کہتے ہیں "سننتُ الماءَ" میں نے مسلسل پانی بہایا۔

(۴) محدث خطابی کی رائے میں سُنّت کے معنی ہیں اچھا راستہ۔ جب سُنّت کا لفظ مطلقاً استعمال کیا جائے۔ تو اس سے یہی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ اگر دوسرے معنی مراد ہوں تو اُسے مقید کر کے "سُنّةً حسنةً یا سیّئةً" بولتے ہیں۔ (ارشاد الفحول)

Marfat.com

سُنّت کی شرعی تعریف محدثین کی اصطلاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال یا تقریر یعنی جو کام آپ کے سامنے کیا جائے اور آپ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ اسے سُنّت کہتے ہیں۔ اہلِ فقہ کے نزدیک لفظ سُنّت بدعت کی ضد ہے اور اس کا اطلاق ایسے کاموں پر کیا جاتا ہے جو واجب نہ ہوں۔ خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو بھی سُنّت کہتے ہیں آنحضورؐ نے فرمایا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ" کہ میرے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو تھامے رکھو۔

حدیث اور سُنّت اصولِ حدیث و فقہ کے علماء کے نزدیک حدیث و سُنّت کے الفاظ ہم معنیٰ ہیں۔ یہ بات کہ سُنّت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی طریق اور حدیث جو اُس کے اثبات کا ذریعہ ہو۔ علماء کے مندرجہ ذیل اقوال قابلِ غور ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو سُنّت کہتے ہیں۔

(۲) سُنّت کا اطلاق زیادہ تر آنحضورؐ کے اقوال و افعال اور تقریر پر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ لفظ علماء اصول کے نزدیک حدیث کا مترادف ہے۔

(۳) حدیث و سُنّت کے الفاظ ہم معنیٰ ہیں۔

خبر کسی واقعہ کی اطلاع اور اس کی حکایت کو کہا جاتا ہے "الخبیر اور الخبار" نرم زمین اور غبار کو بھی کہا جاتا ہے۔ بنا بریں ثلث، ربع پر زمین کی کاشت کے معاملہ کو مخابرہ کہتے ہیں۔ زبان کے لحاظ سے تو واقعہ کی ہر اطلاع اور تذکرہ کو "خبر" کہا جاتا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر جب یہ لفظ بولا جائے تو حدیث کے مترادف ہوگا یعنی اخبار الرسول کے ہم معنیٰ ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ بعض علماء کے نزدیک خبر کا لفظ وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بنا بریں قصص و حکایات اور تاریخی واقعات کو بھی خبر کہہ سکتے ہیں۔ عالمِ اخبار کو اخباری (مؤرّخ) اور عالم حدیث کو محدث کہیں گے۔

اثر کسی چیز کے بقیہ اور نشان کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ "فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ" کہ اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھئے۔

اثر نقل کے معنیٰ میں بھی وارد ہوا ہے۔ قول الشاعر ؎

ان الذی فیہ تماریتما
بین السامع والآثری

جس بات میں تم بحث کر رہے ہو وہ سننے والے اور ناقل کی نگاہ میں برابر ہے۔

Marfat.com

صحابہؓ اور تابعینؒ سے جو مسائل منقول ہیں انہیں آثار کہا جاتا ہے۔

"ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثارۃ من علم"

"اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی علمی نقل"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بھی اثر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور عموماً اس کا استعمال اضافت سے ہوتا ہے۔ جب آثار الرجال کہا جائے تو یہ حدیث اور سنت کے مترادف ہوگا اور مطلقاً بولا جائے تو آثار صحابہؓ مراد ہوں گے یا اس کا لغوی مفہوم۔

قرآن اور حدیث قدسی کی تعریف اور اُن کا فرق

قرآن کی تعریف "اللفظ المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنقول عنہ بالتواتر المتعبد بتلاوتہ المکتوب فی المصاحف"

وہ الفاظ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے آپ سے تواتر سے منقول ہیں۔ ان کی تلاوت کرنا عبادت ہے اور مصحف میں تحریر شدہ ہے۔

حدیث قدسی کی تعریف "ما یرویہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی انہ من کلام اللہ"

جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ کی حیثیت سے بیان فرمائیں۔ اس لیے حدیث قدسی بیان کرتے وقت صحابی دو طریقے اختیار کرتا ہے۔

۱- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عن ربہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مثال "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ فیما یرویہ عن ربہ۔ ید اللہ ملأی لا یغیضہ نفقۃ"

حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بیان فرماتے ہیں۔ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں۔ خرچ کرنے سے اُن میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

۲- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ یا یقول اللہ تعالیٰ

حضور اکرم کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مثال،

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ

Marfat.com

تعالیٰ أنا عِندَ ظنّ عبدی ألخ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں انسان سے ویسا سلوک کرتا ہوں جیسا اس کا میرے بارے میں گمان ہے۔

قرآن اور حدیثِ قدسی میں فرق

۱ - قرآن لفظاً اور معناً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یعنی قرآن کے الفاظ و معنی دونوں منزل من اللہ ہیں۔ لیکن حدیثِ قدسی کے معانی بالاتفاق منزل من اللہ ہیں اور الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک الفاظ منزل من اللہ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک الفاظ حضور اکرمؐ کے ہیں۔

۲ - قرآن پاک آپ کا معجزہ ہے۔ اس لیے اس کا مقابل لانے کا چیلنج کیا گیا ہے۔ حدیثِ قدسی معجزہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کو بطورِ چیلنج پیش نہیں کیا گیا۔

۳ - قرآن مجید کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ لیکن حدیثِ نبویؐ کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور کبھی پیغمبر علیہ السلام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت انشاء اور رسولؐ کی نسبت اخبار ہے۔

۴ - قرآن تواتر سے منقول ہے۔ اس لیے قطعی الثبوت ہے۔ لیکن احادیثِ قدسی اکثر اخبار، آحاد ہیں۔ اس لیے ظنی الثبوت ہیں۔ ان میں بعض صحیح، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں۔

۵ - قرآن کے الفاظ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یعنی قرآن کی روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے لیکن حدیث کے کلمات و حروف میں تبدیلی جائز ہے۔ یعنی روایت بالمعنیٰ صحیح ہے۔

۶ - قرآن کی تلاوت عبادت ہے۔ اور نماز کی صحت تلاوتِ قرآن پر موقوف ہے اور قرآن کے ہر حرف کی تلاوت پر کم از کم دس نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن حدیثِ قدسی کی تلاوت نماز میں جائز نہیں۔

۷ - جمہور امت کے نزدیک جنبی اور حیض و نفاس والی عورت قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتی۔ لیکن حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں۔ اکثر آئمہ کے نزدیک بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین کے نزدیک جائز ہے لیکن ادب و احترام کے ضرور منافی ہے۔

Marfat.com

۸ ۔ قرآن ایک کتاب میں مکتوب و محفوظ ہے۔ لیکن صحیح احادیثِ قدسی کسی ایک کتاب میں مدوّن و مکتوب نہیں۔

۹ ۔ قرآن کی حجیت میں اسلام کے کسی مدعی فرقے کا اختلاف نہیں لیکن حدیث کی حجیت کے سلسلہ میں اسلام کے مدعی افراد اور فرقوں میں اختلاف ہے۔

۱۰ ۔ قرآن مجید مکمل طور پر آپ کی نگرانی میں تحریر میں آگیا تھا۔ اگرچہ یکجا تدوین و تحریر بعد میں عمل میں آئی۔ لیکن تمام احادیثِ قدسی آپ کے زیرِ نگرانی تدوین کے مراحل طے نہیں کر سکیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

نوٹ :۔ مذکورہ بالا تمام امتیازات حدیثِ نبویؐ کے مقابلہ میں بھی موجود ہیں۔

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں فرق

حدیثِ نبویؐ کی قانونی طور پر دو قسمیں ہیں۔

۱ ۔ توفیقی :۔ توفیقی جن کا مفہوم و معنیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے القا کیا گیا۔ لیکن اس کی تعبیر، تفہیم و توضیح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں کی لیکن آپ نے نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں فرمائی۔ حدیثِ قدسی میں نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

۲ ۔ توفیقی و اجتہادی :۔ وہ معانی و مطالب جو آپ نے قرآن حکیم سے سمجھے ہیں۔ یا اپنے اجتہاد سے ان کا استنباط و استخراج کیا ہے۔ توفیقی و اجتہادی قسم اگر اللہ تعالیٰ کی منشاء و مرضی کے مطابق ہوتی تو اللہ کی طرف سے اس کی اصلاح کر دی جاتی۔ نتائج و انجام کے لحاظ سے یہ بھی وحی ٹھہرتی انجام و نتیجے کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے۔ " وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ " ۔

پیغمبر نے دین کے بارے میں اپنی نفسانی خواہش کے تحت کچھ کہا، " اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ " وہ تو وحی ہے جو اس کی طرف کی گئی ہے۔ گویا توفیقی و اجتہادی احادیثِ نبویؐ کا مفہوم و معنیٰ قرآن یا اجتہاد سے مستنبط ماخوذ ہے۔ اور حدیثِ قدسی کا مفہوم و معنیٰ وحی کی کسی نہ کسی کیفیت سے القاء ہوا۔ الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ رسولؐ کے ہیں۔ یا اللہ کے۔

Marfat.com

دو شبہات اور ان کا ازالہ

شبہ نمبر ۱:۔ حدیثِ نبوی بھی جب معاً وحی ہے تو پھر اُسے حدیثِ قدسی کیوں نہیں کہہ سکتے ؟

جواب :۔ محدثین اور شوافع کے نزدیک حدیثِ قدسی کے الفاظ الٰہی ہیں۔ لیکن وہ معجزہ نہیں ہیں۔ اس لئے ان سے چیلنج نہیں کیا گیا اور نہ ہی اُمت کو قرآن کی طرح ان کی تلاوت کا حکم ہوا۔ حدیثِ نبوی کے الفاظ تو خدائی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے مفہوم و معنیٰ کے منزل من اللہ ہونے کی نص و صراحت موجود ہے۔ لیکن حدیثِ قدسی کے لیے اس قسم کی صراحت موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس میں دو احتمال ہیں کہ وہ حدیثِ توفیقی ہو۔ جس کا مفہوم و معنیٰ آپؐ تک وحی کے ذریعے پہنچا دیا گیا ہو یا وہ حدیثِ توفیقی و اجتہادی ہو۔ مفہوم و معنیٰ کا استنباط و استخراج آپ نے کیا ہو۔ اور وحی کے ذریعے اس کی تصویب و تصدیق یا تصحیح و اصلاح کر دی گئی ہو۔

شبہ نمبر ۲:۔ جب جن آئمہ کے نزدیک حدیثِ قدسی کے الفاظ رسولؐ کے اپنے ہیں تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔

جواب :۔ لغتِ عربی کی رُو سے اس نسبت کی گنجائش موجود ہے کیونکہ کلام کی نسبت مضمون و مطلب کے اعتبار سے بھی کی جاتی ہے۔ کسی شاعر کے اشعار کو نثر میں بیان کرنے والا کہتا ہے۔ شاعر یہ کہتا ہے۔ ہر کسی انسان کی بات سُن کر اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ فلاں یہ کہتا ہے۔ قرآن مجید میں مثلاً موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے مضمون و مفہوم اُن کا ہوتا ہے۔ الفاظ اور تعبیر ان کی نہیں۔ اس کے باوجود کلام کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔

قرآن مجید اور حدیث میں یکسانیت و برابری

۱۔ جب حدیثِ قدسی و حدیثِ نبوی جزم و یقین سے ثابت ہو جائے تو اس معنیٰ میں وہ قرآن کے ہم مرتبہ ہے کہ وہ بھی وحی ہے۔ اگرچہ قرآن وحی جلی اور متلو ہے، اور حدیث خفی اور غیر متلو۔

Marfat.com

۲ - جس طرح اللہ کے حکم ماننے کا ذریعہ قرآن ہے - اس طرح حدیث بھی احکام الٰہی جاننے کا ذریعہ ہے اور قرآن کی طرح شریعت کی اساس و بنیاد ہے -

۳ - جس طرح مجتہد قرآن سے مسائل کا استنباط و استخراج کرتا ہے - اس طرح صحیح حدیث سے مسائل کا استنباط و استخراج کا پابند ہے -

۴ - جس طرح قرآن کے کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ مسئلہ حدیث میں موجود ہو - اس طرح حدیث کے کسی حکم کے لیے ضروری نہیں کہ وہ قرآن سے ثابت ہو - گویا دونوں شریعت کا مستقل طور پر ماخذ اور منبع و مصدر ہیں -

۵ - جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت و صیانت کے اسباب و وسائل کا انتظام فرمایا ہے - اسی طرح حدیث کی حفاظت و صیانت کا انتظام فرمایا ہے -

۶ - جس طرح قرآنی نص کی موجودگی میں قیاس و اجتہاد درست نہیں ہے - اسی طرح حدیثِ نبویؐ کی موجودگی میں قیاس و اجتہاد صحیح نہیں ہے -

حدیث و سُنّت کا مقام اور ان کی ضرورت و اہمیت

دینِ اسلام میں یہ بات ایک مسلمہ اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ اسلامی عقائد میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بالرسول کا درجہ ہے : رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضورؐ کے ارشاداتِ گرامی کو بلا حیل و حجت تسلیم کیا جائے - کیونکہ آپؐ ہی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے منصب ختمِ رسالت پر فائز فرمایا اور اپنی کتاب آپؐ پر نازل فرمائی - اس کتاب کی تشریح و توضیح اور اس پر عمل کر کے دکھانا آپؐ کے ذمہ تھا - مکتوب کے اصل مطالب کو مکتوب الیہ ہی سمجھ سکتا ہے - یہ دُنیا کا ایک مسلّم اصول ہے - لہٰذا قرآن کا مفہوم و مطلب وہی درست ہوگا - جو آپؐ نے سمجھا اور سمجھایا - قرآن پاک کو غور سے پڑھیں تو حدیث و سُنّت کا مقام اور اُن کی ضرورت و اہمیت کُھل کر سامنے آجاتی ہے - کیونکہ قرآن و حدیث دین کے دو مستقل مآخذ ہیں اور ایجابِ احکام میں ان کی حیثیت مساوی ہے - امام شافعیؒ اور امام ابن حزمؒ کا نقطۂ نظر یہی ہے -

علامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں "کتاب و سُنّت دونوں ایک دوسرے کا جزءِ لاینفک ہیں - من جانب اللہ ہونے کے اعتبار سے بھی دونوں ایک ہی نُور کا پرتو ہیں - علاوہ ازیں وجوبِ اطاعت کے اعتبار سے بھی دونوں کا حکم یکساں ہے - یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم

میں آپؐ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا
"وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"
اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ بایں وجہ
"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"
کہ آنحضورؐ اپنی مرضی سے نہیں بولتے۔ آپؐ کا ہر ارشاد بحکمِ وحی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں دیگر مناصب جلیلہ تفویض کئے۔ وہاں آپؐ کو قرآن حکیم کا شارح و مفسر بھی بنایا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی حیثیت (نعوذ باللہ) پوسٹ مین (ڈاکیئے) کی سی نہ تھی کہ قرآن لائے اور اُمت کے حوالے کر کے رخصت ہوئے بلکہ آپ قرآنِ حکیم کے شارح و ترجمان بھی تھے۔ آپؐ نے اپنے قول و عمل سے قرآن حکیم کے مجمل الفاظ کی تشریح کی۔ اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) قرآن حکیم میں ہے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ نماز کی عملی صورت کیا ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں۔ اس میں قیام و سجود کی ترتیب کیا ہے؟ اس کی شرائط و ارکان کون کون سے ہیں؟

قرآن پاک میں درود شریف۔ التحیات اور نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ یہ سب باتیں آنحضورؐ نے بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا "صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ" کہ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔

(۲) قرآن حکیم نے فرمایا "وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" (اور زکوٰۃ ادا کرو) قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ کن کن اشیاء میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ مختلف اشیاء میں زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ مختلف اشیاء میں زکوٰۃ کی شرح کیا ہے؟ یہ سب باتیں شارحِ قرآن نے ارشاد فرمائیں۔ اگر حدیثِ نبویؐ کی تشریح کو نظر انداز کر دیا جائے تو دورِ حاضر کے بعض منکرین حدیث کی یہ بات ماننی پڑے گی۔ کہ زکوٰۃ کے نصاب میں حکومت کمی بیشی کر سکتی ہے۔

(۳) قرآن حکیم نے فرمایا۔ "اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا" (چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ دو) اس آیت میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ ہاتھ آیا کہنی تک کاٹا جائے یا کندھے تک۔ عربی میں پورے بازو کو "ید" کہتے ہیں۔ آیت سے یہ بات بھی واضح نہیں ہوتی کہ مال کی کم از کم کتنی مقدار میں چور کا ہاتھ کاٹ سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ قطع ید کی سزا دینے کا

مجاز کون ہے۔ حدیثِ نبویؐ ان سب باتوں پر روشنی ڈالتی ہے۔

مذکورہ مثالوں سے یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم کے معانی کو حدیث نبویؐ کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ یہ بات غلط ہے کہ محض لغت دانی کے بل بوتے پر قرآن کا صحیح فہم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تشریحِ نبویؐ کے بغیر قرآنی احکام سمجھنے میں کیا کیا غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ اُس کی بعض مثالیں صحابہ کرامؓ سے بھی صادر ہوئیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ وضو کے لیے پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

ایک صحابیؓ کو تیمم کی کیفیت معلوم نہ تھی۔ ایک دفعہ انہیں پانی نہ ملا تو مٹی میں لیٹنے لگے بارگاہِ نبویؐ میں پہنچ کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے انہیں تیمم کا طریقہ بتایا۔ علاوہ ازیں حدیث نبویؐ کو تاریخی، اجتماعی، اخلاقی، ثقافتی اور قانونی اہمیت بھی حاصل ہے۔ عہدِ نبویؐ کے تاریخی اور اجتماعی حالات عہدِ رسالت کے مسلمانوں کی ثقافت و تمدن سب کچھ حدیث کی بدولت ہے۔

جمع و تدوین حدیث

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظِ حدیث کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اور آپؐ اکثر صحابہ کو اس کی تبلیغ و اشاعت کا حکم دیتے رہتے تھے ایک موقعہ پر آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے۔ جس نے ہم سے کوئی بات سُن کر دوسروں تک پہنچائی کیونکہ بعض لوگ جن کو بات پہنچائی جاتی ہے، اصل سُننے والوں سے بھی اس بات کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضورؐ نے جو شہرۂ آفاق تاریخی خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا "دیکھو جو حاضر ہے۔ وہ غیر حاضر تک یہ باتیں پہنچا دے۔ ممکن ہے جس کو یہ باتیں پہنچیں وہ اس شخص سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ جس نے براہِ راست یہ باتیں مجھ سے سُنیں۔

آپؐ کا دستور تھا کہ ہر ایک بات کو تین مرتبہ دُہراتے تاکہ سُننے والا اچھی طرح ذہن نشین کرے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آنحضورؐ کے ارشادات کو تابعین تک پہنچایا۔ تابعینؒ نے تبع تابعینؒ تک تا آنکہ احادیث کا یہ قیمتی سرمایہ ہم تک پہنچا

Marfat.com

عہدِ رسالت میں کتابتِ حدیث

مذکورہ بیان اس امر کی آئینہ داری کرتا ہے کہ آنحضورؐ احادیث کی نشر و اشاعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے تاہم آغازِ اسلام میں آپؐ نے احادیث لکھنے سے اس لیے روک دیا تھا کہ قرآن اور حدیث دونوں مخلوط نہ ہو جائیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "قرآن کے سوا مجھ سے کچھ نہ لکھا کرو اور جس نے کچھ لکھا ہے۔ وہ مٹا دے۔ (صحیح مسلم)

جب صحابہؓ میں قرآن اور غیر قرآن کا شعور پیدا ہو گیا تو آپؐ نے کتابتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرما دی۔ بعض محدثین مثلاً امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث کو موقوف یعنی ان کا قول قرار دیا ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث موضوع نہ ہوگی۔

آنحضورؐ کی طرف سے کتابتِ حدیث کی اجازت ملنے پر صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالتؐ میں ضبطِ حدیث کا بیڑہ اٹھایا تاہم وہ زیادہ تر حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔ عربوں کی قوتِ حافظہ ضرب المثل کی حد تک مشہور ہے اور صحابہؓ نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ عہدِ رسالتؐ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں کتابتِ حدیث کی داغ بیل پڑ گئی تھی۔

حدیث نویسی کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے سوا کسی صحابیؓ کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد نہ تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن عمرو آپؐ سے جو کچھ سنتے وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ اور میں نہ لکھتا۔ بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ آنحضورؐ کبھی خوش ہوتے اور کبھی ناخوش۔ اور تم سب لکھتے جاتے ہو۔ چنانچہ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب آنحضورؐ کو علم ہوا تو فرمایا تم لکھ لیا کرو۔ اس زبان سے جو کچھ نکلتا ہے۔ حق نکلتا ہے۔

(۲) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ قبیلہ خزاعہ والوں نے فتح مکہ والے سال مکہ کی حرمت و عزت کے بارے میں خطبہ دیا۔ ایک یمنی شخص ابوشاہ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ باتیں مجھے لکھوا دیجئے۔ چنانچہ اس کے لیے آپؐ نے یہ خطبہ لکھنے کی ہدایت فرمائی۔

(۳) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے احکام و مسائل لکھوا کر زکوٰۃ فراہم کرنے

Marfat.com

والے عمال کو بھیجے تھے۔ یہ احکام حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہؓ کے پاس تحریری شکل میں موجود تھے۔

(۴) حضرت علیؓ کے پاس متعدد احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔ جن کو آپؓ اپنی تلوار کے میان میں رکھتے ایک بار لوگوں کی درخواست پر آپؓ نے یہ مجموعہ دکھایا تھا۔

(۵) آپؐ نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی۔

(۶) عمرو بن حزم کو جب آپؐ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو صدقات، دیات اور فرائض سے متعلق احکام لکھوا کر دیئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی صدہا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کا بڑا سرمایہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جمع ہو چکا تھا۔

عہدِ صحابہؓ میں کتابتِ حدیث

صحابہ کرامؓ آنحضورؐ کے اقوال و ارشادات سے والہانہ شغف رکھتے تھے اس لیے انہوں نے آپؐ کے فتاویٰ و اقوال اور خطبے نہ صرف اپنے سینے میں محفوظ رکھے۔ بلکہ ان کو سینہ سے سفینہ میں منتقل کیا اور اس طرح آپؐ کے زریں ارشادات کا یہ ذخیرہ تحریری صورت میں آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑ گئے۔ چند واقعات تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہؓ میں بڑے مفتی و قاضی تصور کئے جاتے تھے۔ آپؓ کے فتاویٰ کا مجموعہ لکھا ہوا موجود تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بچشم خود یہ مجموعہ دیکھا تھا۔

(۲) حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت کردہ احادیث کا مجموعہ اُن کے بیٹے سلیمان نے تیار کیا تھا۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ صحابہؓ میں کثیر الروایت ہونے کے اعتبار سے عدیم النظیر ہیں۔ اُن کے ایک شاگرد ہمام بن منبہؒ نے اُن کی روایات کو جمع کیا تھا۔ اُن کی اکثر روایات امام احمدؒ نے مسند میں نقل کی ہیں۔ یہ مجموعہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے چھپ گیا ہے۔

(۴) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس اپنا لکھا ہوا ایک مجموعۂ احادیث تھا جس میں پانچ صد

Marfat.com

احادیث مرقوم تھیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک خود نوشت ذخیرۂ احادیث موجود تھا۔

(۶) حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت معاویہؓ کو وراثت پر ایک طویل تحریر لکھی تھی۔ یہ اس قدر جامع تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے امام شافعیؒ کے نزدیک اس موضوع پر دیگر کتاب کی حاجت نہ تھی۔

عہد تابعین میں کتابت حدیث

تابعینؒ کے دور میں بھی کتابت حدیث کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ۔

(۱) ابن شہاب زہریؒ نے حضور اکرمؐ کی ایک ایک بات کو لکھا۔

(۲) ابوالزنادؒ نے حلال و حرام سے متعلق مسائل کو جمع کیا۔

(۳) امام زہریؒ نے اس قدر احادیث جمع کی تھیں کہ اُن کے تحریر کردہ مسودات کو کئی اُونٹوں پر لاد کر لائبریری سے لایا گیا۔ (خطبات مدراس ص۴۶)

تابعینؒ میں اکثر کا کام ہی صرف یہ تھا کہ ایک ایک کے گھر جا کر حضورؐ کی باتوں کو معلوم کرتے اور لکھتے جاتے اس کے علاوہ نہ ان کو دنیا سے کوئی غرض تھی اور نہ دنیا والوں سے کوئی واسطہ بس یہی ان کا مقصدِ حیات اور شب و روز کا مشغلہ تھا سابق الذکر کتبِ احادیث پہلی صدی ہجری تک متداول رہیں اس دور میں روایت، حدیث زبانی ہوتی تھیں یا اُن کتابوں سے یہ کتابیں ان کے جامعین کے اپنے خاندانوں یا حلقہ تلامذہ میں باقی رہیں۔

عہد تبع تابعین میں کتابت حدیث

اس دور کا آغاز تبع تابعین سے ہوتا ہے۔ تابعین کرام نے اپنے تلامذہ کا جو مقدس گروہ چھوڑا اُسے تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ تابعین کے زمانے سے ہی علم حدیث نے کتابی شکل اختیار کر لی تھی چنانچہ ابن شہاب زہری نے کتابیں لکھنا شروع کر دی تھیں۔ پھر ان اکابر نے اپنے اپنے مجموعہ ہائے حدیث اپنے شاگردوں کو تفویض کئے تلامذہ نے بہ کمال جہد وسعی احادیث کو فن وار مرتب کرنا شروع کیا۔ صحیح بخاری

Marfat.com

کتاب العلم میں مذکور ہے کہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب دیکھا کہ اہل علم تابعین یکے بعد دیگرے رخصت ہو رہے ہیں تو انہوں نے امیر مدینہ ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ اہل مدینہ سے جس قدر احادیث مل سکیں انہیں جمع کر لیا جائے۔ چونکہ مدینہ حدیث نبوی کا مرکز تھا۔ اس لیے اس مبارک کام کی داغ بیل سرکاری طور پر وہاں سے پڑی۔

امام ابن شہاب زہریؒ نے ان کے حکم سے حدیث کی ایک مبسوط کتاب تالیف کی۔
امام زہریؒ سنہ ۵۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ بڑے ذہین و فطین تھے علم و فضل میں بڑے عدیم المثال تھے۔

بڑے بڑے علماء حدیث نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی کتاب "الصدقہ" نقل کرا کے تمام اطراف میں بھیجی۔ ابوبکر حزمی متوفی ۱۲۰ھ نے بھی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی ترغیب سے حدیث کی کتابیں تالیف کی تھیں۔ اس دور میں حدیث کا علم ایک فن کے سانچہ میں ڈھل گیا۔ اب باقاعدہ درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کا دور شروع ہوا۔ ایک ایک محدث کے حلقۂ درس میں ہزاروں لوگ شرکت کرتے اور معلم کے لیے اپنی آواز سامعین تک پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے اشخاص کو مقرر کر دیتے تھے۔ جو معلم کے الفاظ کو سامعین تک پہنچاتے تھے ان اشخاص کو مستملی کہتے ہیں۔ اس کے بعد تدوین حدیث عام ہو گئی اور مختلف دیار و امصار میں محدثین نے کتابوں کو تالیف کرنا شروع کیا۔

حدیثِ نبوی دورِ خلافتِ راشدہ میں

سرورِ دو عالم ﷺ نے جب وفات پائی اور صحابہؓ میں سے کسی کو بھی جانشین نہیں مقرر کیا اس لیے مہاجرین انصار کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا کہ آپؐ کا جانشین کن میں سے ہو۔ سب لوگ ثقیفہ بنی سعد میں داخل ہوئے۔ ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر سب کو مطمئن کر دیا مہاجرین جنہوں نے اسلام میں سبقت لی ہے وہی خلافت کے مستحق ہیں اور بھی لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق حامی بھری اسی طرح جھگڑا ختم ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کو خلافت ملی ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ مدینہ میں نفاق کی ہوائیں چلنے لگیں بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے۔ بعض نے تو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر نماز پڑھنے کو کہا۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ مشورہ دیا کہ ان سے بات قبول کر لی جائے اس لیے ابھی آغاز

Marfat.com

اسلام ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے ساتھیوں کی بات کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ جو شخص نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ ادا نہ کرے گا حضرت ابوبکر ؓ کی تلوار ہوگی اور اس شخص کی گردن ہوگی۔ "وَاللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا" کہ بخدا اگر وہ مجھے اونٹ کی گھٹنے باندھ رسی بھی مالِ زکوٰۃ ادا نہ کریں گے تو مجھے ان پر جہاد کرنا فرض ہے۔

بنا بریں حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کی خلافت میں اجتماعی زندگیاں بڑے امن و امان سے گذرتی ہیں۔ لیکن حضرت عثمان ؓ کے آخرِ خلافت لوگ باطن یہودی تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان ؓ بحالتِ مظلومی اپنے گھر میں شہید کر دیئے گئے اس کے بعد حضرت علی ؓ، حضرت معاویہ ؓ کا دور آیا تو حضرت معاویہ ؓ حضرت عثمان ؓ کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے دونوں کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا حتیٰ کہ حضرت علی ؓ اور ان کے رفقاء شیعہ اور خوارج دونوں فرقوں میں شہید ہوئے۔

طلبِ حدیث میں علماء کرام کا سفر

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مختلف شہروں کے لوگوں کو نئے نئے حوادث اور مسائل پیش آتے تو کیسا کرتے؟

جواب یہ ہے کہ ان کے سامنے ایک ہی دروازہ کھلا تھا وہ اس دروازے کو کھٹکھٹانے میں کتنی مالی اور جانی قربانیاں دینی پڑیں اور وہ دروازہ کونسا تھا؟ وہ علم کے لیے سفر کرنا تھا۔ اس بات میں شبہ نہیں کہ صحابہ ؓ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین نے اس دروازے پر دستک دی انہوں نے طلب حدیث کی راہ میں سُستی نہیں کی اور حدیثوں کی تلاش میں مشرق و مغرب تک سفر کئے اور جن صحابہ ؓ، تابعین ؒ، تبع تابعین ؒ اور علماء کرام ؒ نے احادیث کی کُتب احادیث میں مدون ہونے تک خدماتِ جلیلہ انجام دی تھیں۔ ان کے حالاتِ زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی راوی کے متعلق کہا جاتا ہے فلاں بن فلاں مکی مدنی پھر کوفی پھر بصری پھر شامی پھر مصری ہے۔ تو اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ راوی حدیث کی طلب و تلاش میں ہر جگہ خاک چھانتا رہا۔

Marfat.com

حدیث کی چھان بین پر رحلت کے اثرات

اس بات میں شک نہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دینا اور حفاظِ حدیث کو باہم ملنے جلنے سے علوم اور حدیث کی چھان بین میں بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ طالبِ حدیث سفر کرکے ہی راویوں کے حالات کے متعلق آگاہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ وہ معلوم کر سکتا ہے جس کو اتنا عبور ہو کہ آیا وہ راوی قابلِ اعتماد ہے یا ضعیف؟

سفر کرنے سے حدیث کے طلب کرنے میں علمی اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علم میں ایسی حدیثیں بھی آتی ہیں جو اس کے شہر کے علماء کے پاس موجود نہیں تھی عہدِ رسالت مآب میں صحابہ کرامؓ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ علم کی تلاش میں مارے مارے پھرتے جو صحابہؓ مدینہ سے دور رہتے تھے۔ سوار ہو کر مدینہ جاتے اور علمی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد صحابہؓ کا بھی یہی معمول رہا کہ وہ طلبِ حدیث کے سلسلہ میں سفر کرکے ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ آگے چل کر جب اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیلا تو صحابہ ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تو حدیث کے طلب گار صحابہؓ و تابعین میں علمی رحلت کا بڑا چرچا ہوا اور یہ لوگ طلبِ علم کی خاطر عام طور سے سفر کرنے لگے۔ اس ضمن میں ہم صحابہؓ اور تابعین کے چند واقعات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کیسے حدیث کی تدوین میں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ایک حدیث سننے کی خاطر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر حضرت عقبہؓ کی خدمت میں مصر حاضر ہوتے۔ حضرت سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر طے کیا کرتا تھا۔ الغرض! حدیثِ نبویؐ کے عصر میں علمی رحلت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

حدیث میں دروغ گوئی کا آغاز

صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی بے شمار محنتوں و کاوشوں کا یہ نتیجہ تھا کہ مختلف اسلامی ملکوں و علاقوں میں روایتِ حدیث کا بڑا چرچا ہوا یہ بات بھی کچھ کم مسرت انگیز نہیں کہ مسلمان احادیث نبویہ کی روشنی میں اپنے دینی و دنیوی امور سرانجام دیتے رہے مگر مت بھولیے کہ اعدائے دین ہمیشہ گھات میں بیٹھ کر اسلام کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

Marfat.com

جب خلیفہ ثالث کی شہادت اور مسلمانوں کے شیعہ و خوارج اور جمہور اہلِ اسلام میں بٹ جانے سے اسلام میں عظیم فتنہ نمودار ہوا تو دشمنانِ اسلام اہلِ ایران کو ایک اوٹ نظر آئی جس کے پیچھے بیٹھ کر وہ پسِ پردہ دینِ اسلام کے مٹانے کے لیے کام کر سکتے تھے۔ وہ اوٹ یہ تھی کہ جھوٹی حدیثیں وضع کریں اور مسلمانوں میں پھیلا دیں۔ جب روایتِ حدیث کا چرچا ہوا اور اس کے دائرہ میں وسعت آئی تو ان فریب کاروں کو اپنے زہریلے خیالات پھیلانے اور جھوٹی احادیث کو مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے بڑی سازگار فضا میسر آئی۔

دورِ خلافت راشدہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بڑی احتیاط سے حدیثِ نبوی کو کذاب لوگوں سے بچایا۔

دورِ خلافت کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوگیا اور ایک ایسا کذاب گروہ رونما ہوا اور یہ دعویٰ کرنے لگا کہ صحابہؓ نے فلاں حدیث روایت کی ہے حالانکہ نہ انہوں نے صحابہ کو دیکھا اور نہ ان سے حدیثیں سنیں۔ ان جھوٹے لوگوں نے ایسے ایسے سیاہ کارنامے سرانجام دیئے جن کی نہ اللہ تعالیٰ اور نہ اس کے رسولؐ نے اجازت دی تھی۔

وضعِ حدیث کا آغاز

حدیث نبوی کے حفظ و ضبط اور جمع و تالیف کی مساعی جمیلہ کے باوصف اس دور میں ان لوگوں نے شر و فساد کے جراثیم (غوائل) پھیلانا شروع کر دیئے تھے جو حدیثیں وضع کرتے اور لوگوں میں قصے کہانیاں اور جھوٹی باتوں کی اشاعت کرتے تھے۔ اور ان میں اختلاط و آمیزش کا مذموم کاروبار انجام دیتے تھے جن میں سرفہرست زنادقہ، مجسمہ، مرجیہ، وعظ گو اور سیاسی داعی۔ ایسے لوگوں کے علاوہ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جنہ کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا تھا۔ یہ سب لوگ احادیث واسانید وضع کرنے کے ناپاک کاروبار میں متحد الخیال تھے مگر اللہ پاک نے ہر عصر و عہد میں ایسے جلیل القدر محدثین کو پیدا کر دیا تھا جو حدیث رسولؐ کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

وَلِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلُ ـ لِکُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰی

Marfat.com

وضاعین سے علماء کا مقابلہ

اللہ تعالیٰ کا اُمّت محمدیہ پر عظیم احسان ہوا کہ اس نے ایسے نام نہاد، دروغ پیشہ لوگوں کے مقابلہ میں حفاظ اور نقاد کی جماعت پیدا کر دی۔ جس نے حق و باطل کو واضح کر دیا۔ اور ان علماء نے رُواۃِ حدیث کا بھی مرتبہ و مقام متعین کیا اور جو مدح و ذم جن کے مستحق تھے اس سے ان کو ملقب کیا۔ چنانچہ دین اسلام میں انہوں نے کسی کی رُو رعایت ملحوظ نہ رکھی وہ صاف کہتے کہ فلاں ثقہ راوی ہے۔ فلاں کذّاب اور فلاں ضعیف ہے اور فلاں کی روایت قبول کرنے میں حرج نہیں اور اس قسم کے دیگر القاب رواتِ حدیث کی عظمت و ثقافت یا ان کے ضعف و سقوط کی علامت ہیں۔

محدثین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے حدیث کی کوئی کتاب مرتب نہ کی ہو یا جس نے احادیث کی تحصیل میں بلادِ اسلامیہ کے دُور دراز کے سفر نہ کئے ہوں۔ یہ انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ ان کے پاس احادیث کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اور ان کے متعدد طرق و اسانید ان کے علم میں آ گئے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض اسانید کا اتصال یا انقطاع جو قبل ازیں ان کی نگاہ سے اوجھل تھا۔ کھل کر سامنے آ گیا۔ متونِ احادیث پر غائرانہ نگاہ ڈالنے اور گہری تحقیق و تدقیق کی بنا پر ان پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اصلی احادیث کون سی ہیں اور مصنوعی کون سی۔ بنا بریں احادیث کی جمع و تالیف اور وضاعین کے مقابلہ کے لیے یہ تحریک بڑی مبارک ثابت ہوئی۔

حدیث و سُنّت سقوطِ بغداد تا زمانہ حال

اس دور کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جبکہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں سقوطِ بغداد ہوا۔ اس دور میں عالم پر جو نشیب و فراز آئے وہ مسلمانوں کی علمی ترقی پر بھی سایہ فگن ہوئے۔ تفکر و تدبر کی صلاحیتوں پر جمود طاری ہو گیا اور تقلید محض کو علماء نے اپنا شعار بنا لیا۔ حتیٰ کہ وہ دور ہر اعتبار سے نہایت ابتلاء و مصائب کا دور تھا۔ مدرسے برباد ہو گئے اور کتب خانے جلا دیئے گئے۔ حتیٰ کہ نویں صدی کے وسط میں سلطان محمد الفاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے ایک نمایاں کام سرانجام دیا اسی طرح اسلامی مقبوضات پر یکے بعد دیگرے قبضہ ہوتا گیا۔

اور اس دور میں زبانی روایت حدیث ختم ہو گئی اور کتابوں کے درس و تدریس کا

Marfat.com

۲۳

رواج ہوا۔ اور انہی ایام میں مشہور حفاظ اور علمائے حدیث پیدا ہوئے۔ مثلاً۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جو بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ مثلاً فتح الباری شرح صحیح البخاری، بلوغ المرام۔ شرح نخبۃ الفکر وغیرہ۔ علامہ عینیؒ جو علامہ عسقلانیؒ کے معاصر اور رشتہ دار تھے۔ حافظ سخاویؒ جو علامہ عسقلانیؒ کے شاگرد تھے۔ حافظ زین الدین عبدالرحیمؒ عراقی جو علامہ ابن حجرؒ عسقلانی کے استاد تھے جنہوں نے کم و بیش چار صد مجالسِ حدیث میں اپنے حفظ سے احادیث تحریر کروائیں۔ بنابریں سقوطِ بغداد کے بعد ممالک اسلامیہ کی علمی قیادت مصر والوں کے قبضہ میں آئی۔ چنانچہ مصر میں مساجد اور مدارس بنائے گئے اور انہیں از سرِ نو آباد کیا گیا۔ مختلف علوم و فنون کی نشر و اشاعت ہوئی۔ آج بھی عالمِ اسلام کی علمی قیادت مصر والوں کے ہاتھ میں ہے۔ فنونِ حدیث پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

اس کے علاوہ حکومتِ سعودیہ نے بھی نہایت مفید کتب کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ مثلاً مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۵ جلد۔ البدایہ والنہایہ، تفسیر ابن کثیر، المعجم المفہرس لالفاظِ القرآن۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث الخ دیگر علوم و فنون کی بے شمار کتب، چنانچہ آج بھی سعودی عرب میں اسلامی علوم کو بہت فروغ دیا جا رہا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یونیورسٹیوں کا قیام اور ریاض میں دار الافتاء والدعوۃ والارشاد کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ برصغیر میں بھی بڑے بڑے محدثین پیدا ہوتے ہیں۔ بلادِ سندھ کے محدثین دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ ان لوگوں نے کتبِ حدیث پر شروح و تعلیقات لکھیں مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ سید میاں نذیر حسین دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور آپ کا خاندان اور ان کے بعد علمائے دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ نے علمِ حدیث کی بے پناہ خدمات انجام دیں اور ان کی یہ کاوشیں ہم تک پہنچیں جن سے تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں پھر لوگوں تک تصنیف و تالیف کے ذریعے اسلامی تعلیم کی اشاعت ہوئی اور یہ سلسلہ تا زمانہ حال بھی جاری ہے اور تا قیامت بھی جاری و ساری رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ . . . .

Marfat.com

مشہور محدثین اور کتبِ حدیث

امام بخاریؒ

نام : ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ جُعفی بخاری ہے۔ آپ جمعۃ المبارک کے روز ۱۳ شوال ۱۹۴ھ ماوراء النہر کے معروف شہر بخارا میں پیدا ہوئے اسی طرح آپ کو جعفی بھی کہا جاتا ہے اور اس نسبت کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا مغیرہؒ نے یمان جُعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا میں ہی رہائش پذیر ہوئے۔ اس وقت کا اسلامی دستور تھا کہ جو آدمی جس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا جسے اسلام میں نسبتِ ولاء کہتے ہیں۔ اس لیے وہ خود بھی اور اُن کی آنے والی نسلیں حتیٰ کہ امام بخاریؒ بھی جُعفی کہلائے۔

آپؒ کے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم رُواۃِ حدیث، ثقاتِ حدیث میں سے تھے اور امام بخاریؒ ابھی بچپن میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور والدہ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی۔ بچپن میں آپؒ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی آپؒ کی والدہ محترمہ بڑی زاہدہ، عابدہ تھیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دُعا مانگی کہ اے میرے پروردگار! اسے بینائی دے دے۔ چنانچہ ایک رات آپؒ کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے نیک بخت عورت! تمہارا رونا اور دُعا کرنا دربارِ الٰہی میں قبول و منظور ہو گیا ہے اور تمہارے بیٹےؒ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں چنانچہ صبح جب امام بخاریؒ بیدار ہوئے تو ان کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔ یہ واقعہ غنجار نے تاریخ بخارا میں اور لالکائی نے شرح السنۃ کے باب الکرامات والاولیاء میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے سولہ سال کی عمر تک ذہن میں تحصیل علم کی اور اس عرصہ میں عبداللہ بن مبارکؒ اور امام وکیعؒ کی کتابیں یاد کر لیں۔ امام بخاریؒ اٹھارہ سال کی عمر میں طلبہ

Marfat.com

اور بڑے بھائی احمد کے ساتھ حج کی غرض سے حجاز روانہ ہوئے آپ کے بھائی احمد اور والدہ فریضۂ حج ادا کر کے واپس وطن چلے گئے لیکن امام صاحب حصول علم کی خاطر وہاں چھ سال تک مقیم رہے اور اہل علم سے استفادہ کیا۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے سماع حدیث کے لیے دُور دراز کے سفر اختیار کیے۔ شام، مصر اور جزیرہ میں دو سال رہے بغداد، کوفہ اور بصرہ جو علم کے مرکز تھے کئی بار گئے۔ بخارا کا حاکم امام بخاریؒ سے خوش نہ تھا اس لیے یہاں بھی آرام و سکون نہ مِلا بالآخر بیمار ہو گئے اور یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال تک کی عمر میں ننھیال خرتنگ بستی (بخارا سے چند میل کے فاصلہ پر ایک بستی) میں وفات پائی۔ اِنّا للّٰہِ وَ اِنّا الیہ راجعون۔ اور دفن ہونے کے کئی روز بعد تک آپ کی قبر سے خوشبو آتی رہی۔ سبحان اللہ۔۔۔۔

صحیح بخاری

امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کی جملہ تصانیف میں صحیح بخاری کو جو مقام و مقبولیت حاصل ہے وہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی ایک کتاب کو حاصل نہیں۔ اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے "اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ الجامع الصحیح البخاری" کہ کتاب اللہ کے بعد صحت کتب کے اعتبار سے صحیح بخاری کو اوّل مقام حاصل ہے۔

صحیح بخاری ایک ایسی جامع کتاب ہے اگر اس پر فنی نقطہ نگاہ سے بحث کی جائے اور اس کے تمام محتویات کا احاطہ کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں منظر عام پر آسکتی ہیں۔ چنانچہ اسی جامعیت کی طرف علامہ ابن خلدون اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ولقد سمعت کثیرًا من شیوخنا یقولون شرح البخاری دین علی الامۃ" کہ میں نے اکثر و بیشتر اپنے شیوخ سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ صحیح بخاری کی تشریح امت محمدیہ پر قرض ہے۔ مزید آپ صحیح بخاری کا مقام ابوزید مروزی کے خواب سے دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان لیٹے ہوئے خواب میں دیکھا فرمانے لگے "یا ابا زید لم تدرس کتاب الشافعی و تدرس کتابی" کہ اے ابوزید شافعی کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہو گے میری کتاب کا درس دیجیے "فقلت یا رسول اللّٰہ! وما کتابک" میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! آپ کی کتاب کونسی ہے "قال جامع محمد بن اسمٰعیل" آپ نے فرمایا جامع صحیح بخاری۔۔۔۔

Marfat.com

جامع صحیح بخاری کی سبب تالیف یہ ہے کہ صحیح بخاری سے قبل بہت سی کتب مدوّن ہو چکی تھیں مثلاً مؤطا امام مالک۔ جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد وغیرہ۔ مگر یاد رہے کہ ان جملہ کتب میں ہر قسم کی ضعیف۔ شاذ اور منکر بلکہ بیشتر موضوع روایات بھی درج کر دی گئی تھیں۔ امام بخاریؒ نے ان جملہ تصانیف کو گہری نظر سے دیکھا اور جانچا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک ایسا مجموعہ ہونا چاہیئے جو صرف صحیح احادیث پر مشتمل ہو اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو مزید برآں آپ کے استاد محترم اسحاق بن راہویہ نے آپ کے اس عزم کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ صاحب نے اُسی دن سے صحیح بخاری کی تدوین کا کام شروع کر دیا اور آپ نے انہی ایام میں ایک خواب دیکھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پنکھے کے ساتھ مکھیاں اڑا رہے ہیں۔ علماء حق نے اس کی تعبیر یہ کی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب روایات کو دُور فرمائیں گے یہ سب کچھ آپ کے اشتیاق میں مزید اضافہ کا باعث بنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپؒ الجامع الصحیح" کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر مرتب کرنا شروع کیا اور ہر حدیث کے لکھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھتے اور استخارہ کرتے جب یقین ہو جاتا تو اُسے تحریر کر لیتے۔ حتیٰ کہ اپنے حسنِ ذوق سے احادیثِ صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ مجموعہ مرتب کر لیا جو تقریباً سولہ برس کی محنت وکاوش سے پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کا نام۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ و ایامہ" تجویز فرمایا۔ تالیف کے بعد امام بخاریؒ نے اس کتاب کو امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ اور علی بنؒ مدینی وغیرہ مشہور شیوخ اور محدثین کی خدمت میں پیش کیا تو ان سب نے اس کوشش کو سراہا اور کتاب کی صحت کی گواہی دی۔ صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد بقول علامہ الدھر حافظ ابن حجرؒ عسقلانی مکرر بمعیت ۷۲۹۷ ہے۔ اس تعداد میں آثار، مرسل و موقوف روایات اور فتاویٰ صحابہؓ وغیرہ شامل تھے مکرر احادیث کو نکال کر تعداد ۲۶۰۲ بنتی ہے۔ امام بخاریؒ کی اعلیٰ ترین اسانید ثلاثیات ہیں یہ وہ روایتیں ہیں جن کی اسناد میں امام بخاریؒ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں ان کی تعداد بیس ہے اور حذف مکررات کے بعد ان کی

Marfat.com

تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔ کتاب کی تصنیف کے بعد امام بخاریؒ نے اس کا باقاعدہ درس شروع کیا اور نوے ہزار آدمیوں سے زائد لوگوں نے ان سے کتاب پڑھ کر زبانی اور تحریری طور پر روایت کی۔

صحیح بخاری کے تراجم الابواب

امام صاحبؒ نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں بڑے بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں۔ کہیں تو وہ نہایت ہی دقیق فقہی نکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کسی جگہ محدثانہ اصول اور حدیث کی علت غامضہ بتاتے ہیں۔ جن کے حل کے لیے نظرِ غائر اور فہم صائب، ذکاوت و فطانت کے علاوہ کثرتِ اطلاع اور وسعتِ نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کی طبیعتیں اوچھی یا کج ہیں۔ جن کے دماغ تنگ اور نظر محدود ہے یا وہ لوگ جو رسمی اصول اور اہلِ رائے کی تخریجات کے پابند ہیں۔

امام صاحبؒ کے تراجم کی تہہ تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے کہیں تو صحیح بخاری کے تراجم الباب پر، کہیں تراجم اور حدیثوں کی تطبیق پر اعتراض جمانے لگتے ہیں صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی شان میں فقہاء اور محدثین کا مشہور مقولہ " فقہ البخاری فی تراجم الابوابہ، ضرب المثل ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب مہتم بالشان ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اجلہ محدثین اور مصنفین نے تراجم ابواب کے مقاصدِ جلیلہ اور اشاراتِ غامضہ کے حل کرنے میں مستقل تصنیفات لکھی ہیں۔

مقاصدِ تراجم الابواب کی تفصیل سید الفقہاء والمحدثین امام بخاریؒ کے اپنی جامع صحیح بخاری میں مختلف تراجم ابواب قائم کرنے سے تیس سے زائد اغراض و مقاصد ہیں جن کی نشان دہی حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے متفرق مقامات پر مناسبت سے کرتے جاتے ہیں۔ جس سے قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ بطورِ نمونہ چند اغراض و مقاصد قابلِ ذکر ہیں۔

پہلا مقصد کہیں امام صاحبؒ ترجمۃ الباب میں اُس حدیث کے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو ان کی شرط پر نہیں ہے۔ اور اس حدیث کی شہادت کے لیے باب کے تحت میں وہ حدیثیں لاتے ہیں جو امام صاحبؒ کی شرط پر صحیح ہیں۔ جس سے ترجمۃ الباب کی تائید اور تصحیح منظور ہوتی ہے۔

Marfat.com

دوسرا مقصد کبھی ایسا مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں جس کو امام صاحبؒ نے کسی صحیح حدیث سے جوان کی شرط پر ہے مستنبط کیا ہے۔ خواہ صریح الفاظ یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص وغیرہ سے اب اس کے تحت میں جو حدیث یا آیت لاتے ہیں وہ مسئلہ ترجمۃ الباب کی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن وجہ استدلال پر حاوی ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔

تیسرا مقصد ترجمۃ الباب میں کبھی وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس کی قائل پہلے سے مسلمانوں کی کوئی جماعت تھی اور اس مسئلہ کی امام صاحبؒ کی تحقیق و اجتہاد میں دلیل یا شہادت یا ترجیح ثابت تھی۔ ایسے مقامات کو امام صاحبؒ ترجمۃ الباب کی صورت میں بایں لفظ لکھا کرتے ہیں "باب من قال کذا او ذھب الی کذا"

چوتھا مقصد کسی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس میں حدیثیں مختلف آئی ہیں اس باب کے تحت میں ان مختلف حدیثوں کو جمع کر دیتے ہیں۔ جس سے وجہ تطبیق و ترجیح و استنباط میں آسانی منظور ہوتی ہے۔

پانچواں مقصد کسی مسئلہ میں مثل سابق کے ادلّہ متعارض ہوتے ہیں اور امام صاحب کے نزدیک صورت تطبیق متعین یا راجح ہوتی ہے۔ پہلے ترجمۃ الباب میں توفیق ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان دلائل متعارضہ کو لاتے ہیں جس سے متعلم میں قوت توفیق و تطبیق پیدا ہوتی ہے۔

چھٹا مقصد کسی ترجمۃ الباب کے اثبات میں متعدد حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ ان حدیثوں میں کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں امام صاحبؒ کے خیال میں کوئی مفید اور ضروری بات ہوتی ہے جس پر متنبہ کرنا وہ ضروری خیال کرتے ہیں ایسی جگہ بجائے فائدہ یا تنبیہ کے باب کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں صحیح بخاری پڑھنے والوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔ کہ یہاں سے نیا مسئلہ شروع ہوا حالانکہ وہ کوئی علیحدہ باب نہیں ہوتا بلکہ جس طرح عام مؤلفین کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقعہ پر لفظ فائدہ یا تنبیہ لاتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے لفظ باب کے سوا دوسرے الفاظ پسند نہ فرمائے جیسے "کتاب بدء الخلق، ترجمۃ الباب (باب قول اللہ عزّ وجلّ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ") اس کے تحت میں پہلے ایک حدیث اس باب کے مطابق ذکر کر کے "باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال" ذکر کیا۔

Marfat.com

ساتواں مقصد کبھی باب کو بجائے (ح) تحویل یا لھذا الاسناد کے قائم کرتے ہیں جس طرح اسی کتاب بدء الخلق میں "باب ذکر الملائکۃ" ہے پہلے ترجمۃ الباب کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں پیش کیں اور سعید کے واسطے سے حدیث "یتعاقبون ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنھار الخ" لائے ہیں اس کے بعد باب کا لفظ لکھ کر حدیث "اذا قال احدکم آمین و الملائکۃ فی السماء آمین الخ" ذکر کیا۔ جس سے مطلب یہ تھا وبھذا الاسناد یعنی اسی اسناد سے ذیل کی حدیث بھی ہے۔

آٹھواں مقصد ترجمۃ الباب کے تحت میں کبھی وہ حدیث لاتے ہیں جو خود ترجمۃ الباب پر دلالت نہیں کرتی نہ بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق اُس کے مذکورہ الفاظ کو ہوتا ہے۔ لیکن اُس حدیث کے بہت سے طرق ہوتے ہیں اور ان میں بعض طرق کے الفاظ ترجمۃ الباب پر دال ہوتے ہیں۔ جس سے یہ جتانا مقصود ہوتا ہے کہ اس باب کے لیے کچھ اصل ہے اور یہ مسئلہ بالکل بے اصل نہیں ہے

نواں مقصد کسی ترجمۃ الباب میں تردیداً وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کسی خاص شخص کا مسلک ہے یا امام صاحبؒ کے خیال میں شائد آئندہ کوئی اس کا قائل ہو جائے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک غلط ہے۔

دسواں مقصد کسی ترجمۃ الباب میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو امام صاحبؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ ایسے مقامات میں باب کے تحت میں صحیح حدیثوں کے لانے سے اُس مسلک یا اس حدیث کا رد کرنا منظور ہوتا ہے۔

گیارھواں مقصد کبھی ترجمۃ الباب کے بعد بجائے مسند حدیث کے صرف کسی صحابی یا تابعی کا اثر یا قرآن کی کوئی آیت کریمہ لاتے ہیں۔ ایسا اس مقام میں کرتے ہیں جہاں ترجمۃ الباب کا لفظ کسی حدیث کا ٹکڑا ہوا کرتا ہے لیکن وہ حدیث امام صاحبؒ کی شرط پر نہیں ہوتی۔ وہاں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب میں گو یہ حدیث آئی ہے لیکن امام صاحبؒ کی شرط پر صحیح ثابت نہیں ہوئی اور حدیث ترجمۃ الباب قابل عمل ہے۔

بارھواں مقصد کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو بظاہر نہایت قلیل النفع ہے۔ لیکن کسی خارجی وجہ سے وہ مہتم بالشان بن گیا ہے جس طرح "باب قول الرجل ما صلینا" کہ کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز

Marfat.com

نہیں پڑھی۔ بظاہر کوئی نتیجہ خیز بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ملاؤ کہ ایک جماعت "ما صلینا" کہنے کو بہت بُرا جانتی ہے تو اس باب کا کثیر النفع ہونا ظاہر ہو جاتا ہے شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں اس قسم کے تراجم ابواب میں امام بخاری نے مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے تراجم الابواب پر جرح کی ہے اور ان دونوں کتابوں کے تراجم الابواب کے استدلالات میں جو آثار و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان کو رد کیا ہے۔ باقی ان دو کتابوں کے بارے میں شاہ ولی صاحب اپنا فیصلہ یوں دیتے ہیں کہ ان ابواب کے فوائد اور خوبیوں سے کچھ وہی شخص منتفع ہو سکتا ہے جس نے ان دونوں مصنفات کا مطالعہ کیا ہو۔

تیرھواں مقصد کبھی ترجمۃ الباب میں قرآن پاک کی کسی آیت کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث سے اس کی شرح کرتے ہیں۔ یا عموم کی تخصیص کرتے ہیں یا مطلق کو مقید یا اس کے بعض محتملات کی تعیین، کبھی ترجمۃ الباب میں حدیث ذکر کرتے ہیں، اور آیت سے اس کی تخصیص یا بعض محتملات کی تعیین یا شرح جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں۔ اکثر اوقات حدیثوں کی شہادت میں آیات اور آیت کی شہادت میں احادیث لاتے ہیں۔ اس سے مقصود یا ایک کو دوسرے سے قوت دینا ہوتا ہے یا آیت و حدیث کے کئی احتمالوں میں ایک کی تعیین مقصود ہوتی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ اس لفظ سے خاص مراد ہے یا لفظ خاص سے عمومیت مقصود ہے۔ اسی طرح اور باتیں اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کی سمجھ روشن اور دل صاف ہے۔

چودھواں مقصد کہیں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ طالبین حدیث کو مسئلہ کے مطابق حدیث پیش کرنے کا انداز مشق ہو جائے۔

پندرھواں مقصد امام بخاریؒ صاحب نے اکثر تراجم ابواب میں اہل سیر و مؤرخین کا طریقہ اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ طرق روایات سے کسی واقعہ کے متعلق کوئی خاص بات تلاش کرنا۔

شروطِ صحیح بخاری

صحاح ستہ کی شروط کے بیان میں مستقل تصنیفات لکھی گئی ہیں علامہ حازمی ہمدانی اور علامہ ابوالفضل محمد بن طاہرؒ کی "شروط الائمۃ" بڑی نافع تالیفات ہیں اور

Marfat.com

ان میں سے شروطِ صحیح بخاری درج ذیل ہیں۔
۱ ۔ سب ناقلین وروا ۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو یعنی رُواۃ مسلمان، صادق اللسان، غیر مدلس۔ غیر مختلط متصف بصفات عدالت، ضابط، متحفظ، سلیم الذہن، قلیل الوہم اور سلیم الاعتقاد ہوں۔
۲۔ سلسلۂ روایت منقطع نہ ہو۔
۳ ۔ اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقاء ضرور ثابت ہونا چاہیئے۔
۴ ۔ اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاریؒ سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو یا امام بخاریؒ کے معاصرین کا اتفاق ہو۔
۵ ۔ علت اور شذوذ سے خالی ہو۔
باوجود ان صفات کے جو راویوں کے لیے اُوپر مذکور ہوئے رُواۃ اعلیٰ طبقے کے ہوں۔ ادنیٰ یا اوسط غیر کافی ہیں۔

صحیح بخاری کے چند ابتدائی امتحانی سوالات

سوال :۔ امام بخاریؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ذکر کیا ہے الحمد للہ کو ذکر کیوں نہیں کیا؟
جواب :۔ امام صاحبؒ نے الحمد للہ کو ذکر اس لیے نہیں کیا شائد امام صاحبؒ نے زبانی پڑھ لیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس بناء پر الحمد للہ کا کہنا مناسب نہ سمجھا ہو کہ کہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بعد الحمد للہ لکھنے سے قرآن پاک کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے۔
سوال :۔ امام بخاریؒ نے "کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" باب کو خطبہ سے پہلے کیوں ذکر کیا؟
جواب :۔ خطبہ سے بھی وہی مقصد ہے جو وحی سے مقصد صادر ہوتا ہے وہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان پر کلام الٰہی کا اُترنا۔ خطبہ بھی آپ پر نازل ہوا اور وحی بھی آپ پر نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام صاحبؒ نے الحمد للہ کی طرح خطبہ بھی زبانی پڑھ لیا ہو گا۔ بعض نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے خطبہ تو لکھا تھا۔ لیکن بعض محدثین نے اُسے گرا دیا۔

Marfat.com

سوال :۔ باب سے ابتداء وحی کے متعلق اور حدیث ہے۔"اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ الخ
کہ ہم نے آپ کی طرف وحی کی زمانہ ماضی ہے۔ باب سے کیا مناسبت ہے؟

جواب :۔ قرآن پاک کی آیت میں گو زمانہ ماضی کی طرف اشارہ ہے کہ ہم نے آپ کی طرف وحی کی اس سے مراد وہ وحی جو سابقہ انبیاء کو ہوئی وہی وحی کی جا رہی ہے یعنی جس طرح پہلے نبیوں کی طرف وحی کا آغاز ہوا اسی طرح ہی ہم آپ کی طرف وحی کا آغاز کر رہے ہیں۔

سوال :۔ "انما الاعمال بالنیات الخ" حدیث کی باب کیف کان بدء الوحی" سے کیا مناسبت ہے۔

جواب :۔ مذکورہ حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ عمل کا خالص ہونا بھی وحی سے معلوم ہوتا ہے۔

سوال :۔ حدیث میں ہے آدمی کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کرتا ہے تو اس کی باب سے کیا مناسبت ہے۔

جواب :۔ کسی آدمی کا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کرنا چونکہ یہ بھی آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو بذریعہ وحی ایک آدمی کے متعلق علم ہوا کہ فلاں آدمی اُمّ قیس کی طرف اس بناء پر سفر و ہجرت کرتا ہے کہ وہ میرے نکاح میں آجائے۔

سوال :۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث "انما الاعمال بالنیات" کا آخری حدیث "کلمتان حبیبتان ثقیلتان الخ" سے کیا مناسبت ہے؟

جواب :۔ مناسبت یہ ہے کہ وہ دو کلمے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس وقت رب کے ہاں پسندیدہ اور وزن میں اس وقت ہی وزنی بھاری ہوں گے جب خلوصِ نیت سے ادا کئے جائیں گے

سوال :۔ باب کیف کان بدء الوحی" کی حدیث کے ان الفاظ "یاتینی مثل صلصلۃ الجرس الخ" سے کیا مناسبت ہے۔

جواب :۔ اس حدیث میں وحی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔
(۱) گھنٹی کی آواز (۲) فرشتے کا آدمی کی شکل میں آنا۔
تو وحی ان دونوں صورتوں میں منحصر ہے تو اول الذکر وحی بدء الوحی کو بھی

Marfat.com

شامل ہوگی۔ تو باب سے یہ مناسبت ہے۔

سوال :۔ حدیث کے الفاظ "یعالج من التنزیل شدۃ" کہ آپ بوقتِ نزولِ وحی کی شدت سے تکلیف پاتے تھے" باب کیف کان بدء الوحی سے کیا مناسبت ہے؟

جواب :۔ وہ تکلیف جو کہ آپ کو بوقتِ نزولِ وحی ہوتی تھی اس لیے بدء الوحی سے مناسبت ہوئی۔

سوال :۔ حدیث کے الفاظ " مایکون فی رمضان الخ " سے باب کیف کان بدء الوحی" کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟

جواب :۔ وحی کی ابتداء رمضان میں ہوئی تھی اور اس حدیث میں رمضان کا ذکر ہے تو اس کی باب سے یہ مناسبت ہوئی۔

سوال :۔ امام بخاریؒ الوحی کو دیگر ابواب سے مقدم کیوں لائے ہیں؟

جواب :۔ امام صاحبؒ باب الوحی کو اس لیے مقدم لائے ہیں کہ وحی مقسم ہے اس کے علاوہ قسمیں ہیں تو مقسم میں تمام قسمیں پائی جاتی ہیں تو وحی کا تعلق ہر باب سے ہوا۔

سوال :۔ امام صاحبؒ نے باب الوحی کہا ہے کتاب الوحی نہیں کہا؟

جواب :۔ امام صاحبؒ نے باب الوحی اس لیے کہا ہے کہ تمام ابواب جو بعد میں آنے والے ہیں ان میں شریک ہو جائے اگر کتاب الوحی کہہ دیتے تو یہ ایک علیحدہ باب بن جاتا جس طرح کتاب الایمان وکتاب الحج وغیرہ علیحدہ علیحدہ باب ہیں۔

سوال :۔ ایمان اور اسلام ایک چیز ہیں یا غیر غیر؟

جواب :۔ امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہیں۔ حقیقت اور افراد کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ ہیں لغوی معنی اور مجموع کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے۔

Marfat.com

امام مسلمؒ

حالاتِ زندگی ابو الحسین مسلم بن حجاج بن ورد بن کرشاد قشیری۔

آپ عرب کے مشہور قبیلہ بنو قشیر سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے قشیری کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ امام مسلم کی تاریخ ولادت میں مختلف اقوال ہیں۔ سنہ ۲۰۲ھ، سنہ ۲۰۴ھ اور سنہ ۲۰۶ھ سالِ ولادت بتایا گیا ہے۔ آپ خراسان کے خوبصورت اور وسیع و عریض شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبی کے بیان کے مطابق انہوں نے سنہ ۲۱۸ھ میں حدیث کی سماعت شروع کی تھی اور آپ نے نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام محمد بن یحییٰ ذہلی سے سماعت کی سماعتِ حدیث کے لیے عراق، حجاز، شام اور مصر کے بکثرت سفر کیے۔ بغداد متعدد بار جانا ہوا آخری سفر بغداد کی طرف کیا رائے میں محمد بن مہرانؒ اور ابو حسانؒ سے استفادہ کیا۔ عراق میں احمدؒ بن حنبل اور عبداللہ بن مسلمہ، حجاز میں سعید بن منصورؒ اور ابو مصعبؒ، مصر میں عمرو بن سوّدا اور حرملہ بن یحییٰ سے سماعت کی۔ ان کے علاوہ۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ، احمد بن یونس اور عون بن سلامؒ ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام مسلم نہایت پاکیزہ خو اور انصاف پسند تھے۔ نیشاپور میں جب امام بخاریؒ کے خلاف امام ذہلی نے فتویٰ دینا شروع کیا تو امام ذہلی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ امام مسلمؒ کی وفات کا قصہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً اس سے امام صاحبؒ کی علمی شیفتگی اور انہماک کا اندازہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام مسلمؒ سے ایک مذاکرہ میں ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ اس کا جواب نہ دے سکے گھر آکر اپنی کتب سے اس حدیث کی تلاش کرنا شروع کر دیا اور قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا تھا اور آپ ایک ایک کرکے کھجوریں کھاتے رہے آپ حدیث کی تلاش میں اس قدر مستغرق تھے کہ احساس نہ ہوا اور حدیث تلاش ہونے تک کھجوروں کا ٹوکرا خالی ہو گیا اور اس قدر زیادہ کھجوریں کھانے سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔

صحیح مسلم صحیح مسلم درجہ صحت میں صحیح بخاری کے بعد دوسرے درجہ کی ہے یہ کتاب تمام صحاح میں حسنِ ترتیب اور طرزِ تصنیف

Marfat.com

بہترین ہے۔ امام مسلمؒ ہر باب میں صرف وہی احادیث درج کرتے ہیں جو اس کے متعلق ہوتی ہیں۔ تاکہ احادیث کو تلاش کرنے میں دقت اور صعوبت نہ پیش آئے اور صحیح مسلم کی تصنیف کا سبب بھی یہی تھا۔

امام مسلمؒ نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انہوں نے اس کتاب میں جمع کیا اور ان سے بالمشافہ آپ نے روایت کی تھی اور پھر اس میں آپ نے صرف اپنی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وقت کے محدثین جن احادیث کی صحت پر متفق تھے ان کو جمع کیا اور مزید احتیاط کے طور پر اس وقت کے عظیم محدث اور علل حدیث کے امام ذرعہؒ کے سامنے پیش کیا اور جس کی روایت کے بارے میں آپ نے کوئی معمولی جرح بھی کی اس کو کتاب سے خارج کر دیا۔ صحیح مسلم میں احادیث کی تعداد ۷۲۷۵ ہے۔ اگر مکررات کو نکال دیا جائے تو کل صحیح احادیث کی تعداد ۴۰۰۰ ہے۔

امام ترمذیؒ

نام اور کنیت ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی۔ قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے اور بلخ کے شہر ترمذ میں ۲۰۹ھ کو پیدا ہوئے ترمذ دریائے جیحون کے کنارے واقع ایک قدیم شہر ہے جہاں کے تین افراد نے بہت شہرت حاصل کی۔

(۱) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی جن کی یہ معروف کتاب الجامع الصحیح ترمذی ہے۔

(۲) ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول۔

(۳) ابوالحسن احمد بن حسن ترمذی۔ ترمذی کبیر کے نام سے مشہور ہیں۔ امام احمد کے شاگرد اور امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کے استاد ہیں۔ اوّل الذکر کے علاوہ دوسروں کی بہت سی روایات ضعف پر مبنی ہیں جن سے بعض دفعہ ترمذی کا نام پر کر تعجب ہوتا ہے۔

امام ترمذیؒ کے زمانے میں خراسان اور ماوراء النہر میں علم حدیث کا خوب چرچا تھا۔ تاہم موصوف نے حصول علم اور سماع حدیث کے لیے دور دراز کے طویل سفر کیے۔ آپ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، علی بن حجرؒ

Marfat.com

مروزی، ہناد بن سریؒ، قتیبہ بن سعیدؒ اور محمدؒ بن بشار کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے امام ابوداؤد بھی آپ کے شیوخ میں سے ہیں۔

امام بخاریؒ کی وفات کے بعد اُن کی ذات مرجع خلائق تھی۔ آپ کے تلامذہ میں خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے افراد ملتے ہیں۔

امام موصوف پر زُہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی اس قدر غالب تھی کہ آپ کی آنکھوں سے اکثر آنسو جاری رہتے تھے۔ اس گریہ زاری سے آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ نے ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو مقام ترمذ میں وفات پائی اور بستی بوغ میں دفنائے گئے جو ترمذ سے چھ فرسخ کی مسافت پر ہے۔

جامع ترمذی جامع ترمذی کو ترتیب اور جامعیت کی وجہ سے جو شہرت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اسی بناء پر اس کو صحاح ستہ میں تیسرے درجہ پر شمار کیا جاتا ہے ویسے تو ترتیب صحاح کے لحاظ سے نسائی اور ابوداؤد کے بعد اس کا درجہ ہے۔ صحیح ترمذی کتب صحاح میں سب سے زیادہ احسن ہے اور افادیت کے لحاظ سے یہ بخاری و مسلم سے بھی مقدم ہے کیونکہ جامع ترمذی میں تکرار بہت کم ہے۔ اور امام ترمذی نے اپنی جمع کردہ احادیث کے متعلق خود وضاحت کر دی ہے کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک کس درجہ کی ہے۔ صحیح ہے حسن ہے غریب یا ضعیف پھر بعض دفعہ اس کے ضعف اور غرابت کی وجہ اور علت بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ صحابہؓ، تابعینؒ، فقہاءؒ اور محدثین کے استدلال اور مذاہب بھی بیان کئے ہیں ان خصوصیات کے اعتبار سے یہ کتاب منفرد ہے۔ جامع ترمذی میں احادیث کی کل تعداد ۳۹۰۶ ہے جب شواہد و توابع کو نکال دیا جائے تو باقی ۱۳۸۰ تعداد ہے۔

امام ابوداؤد

حالاتِ زندگی ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق سجستانی۔

آپ سجستان کے ایک معزز گھرانے قبیلہ ازد میں ۲۰۲ھ کو پیدا ہوئے۔ اور سجستان یہ خراسان کے اطراف میں بتایا جاتا ہے اور اس کو سجز بھی کہتے ہیں اس لیے امام ابوداؤد سجستانی یا سجزی کی صفت نسبتی سے یاد کئے جاتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ کی ابتدائی زندگی

Marfat.com

کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ تاہم اتنا واضح ہے کہ انہوں نے مختلف بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا اور مشائخ حدیث سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبلؒ، قعنبیؒ، ابوالولیدؒ طیالسی، مسلم بن ابراہیمؒ اور یحییٰ بن معینؒ کے نام ملتے ہیں۔

امام موصوف کی زندگی کا زیادہ حصہ بغداد میں گزرا اور وہیں آپ نے اہم تالیف "السنن" کی تکمیل کی۔ اور جس دور میں امام موصوف نے سنن ابی داؤد کا کام شروع کیا اس دور میں عموماً جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی چنانچہ امام صاحبؒ نے سنن لکھ کر فنِ حدیث میں ایک نئی طرزِ تصنیف کا آغاز کیا۔ اور ثقاہت اور مرتبہ کے اعتبار سے امام بخاریؒ و مسلمؒ کے بعد امام ابوداؤد کا مرتبہ ہے۔ ۲۷۱ھ میں بغداد سے بصرہ چلے گئے اور چار سال بعد شوال ۲۷۵ھ میں وہیں رحلت فرمائی۔

سنن ابوداؤد | سنن ابوداؤد سنن ترتیب کے اعتبار سے منظر عام پر آنے والی پہلی کتاب ہے۔ جس کے بعد دیگر لوگوں نے بھی اس کی پیروی میں سنن ترتیب دینا شروع کر دیں۔ اور اس کتاب میں تمام احادیث احکام کے متعلق ہیں فضائل وغیرہ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور سنن ابوداؤد سے دنیا بھر کے علماء و فقہاء نے اجتہاد و استنباطِ مسائل میں استدلال کیا ہے خصوصاً فقہی مسائل کا بہترین مآخذ ہے حتیٰ کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لیے یہی ایک کتاب کافی ہے۔

علاوہ ازیں امام موصوف نے تکرار سے بہت حد تک گریز کیا ہے جہاں کہیں تکرار نظر آتا ہے وہاں متن میں کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں اسی طرح متروک اور غیر معروف روایات کو نظر انداز کر کے صحیح اور مشہور احادیث کو لائے ہیں اور اگر سند یا متن میں کوئی علت قادحہ نظر آئی تو اُسے بیان کر دیا۔ سنن ابوداؤدؒ کی مرویات کی تعداد چار ہزار آٹھ سو ہے اور مراسیل کی تعداد چھ سو ہے۔

امام نسائیؒ

حالاتِ زندگی | امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن دینار نسائی۔

امام نسائیؒ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم نساء علاقہ میں حاصل کی۔ نساء ایک شہر ہے جو مرو کے قریب واقع ہے اور یہی آپ کا مولد ہے۔ اور یہ ان علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے جن کو علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز ہونے کا

Marfat.com

شرف حاصل ہے۔ امام نسائی نے ۲۳۰ھ میں حصول علم کی خاطر وطن چھوڑ کر خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر کا سفر کیا۔ آپ نے امام بخاریؒ، امام ابوداؤد، قتیبہؒ بن سعید، اسحاقؒ بن راہویہ، علی بن حجرؒ، سلیمان بن اشعث اور محمدؒ بن بشار جیسے محدثین وقت سے اکتساب فیض کیا۔

امام نسائیؒ کی زندگی کا بڑا حصہ مصر میں گزرا ذوالقعدہ ۳۰۲ھ میں دمشق گئے۔ اور یہاں خوارج نے شیعیت کے الزام میں زدوکوب کیا ابھی ان میں کچھ جان باقی تھی کہ لوگ انہیں رملہ (بیت المقدس کے قریب ایک بستی) لے گئے اور وہیں ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

سنن نسائی

امام نسائی نے پہلے ایک کتاب "السنن الکبریٰ" لکھی جو صحیح اور معلول ہر قسم کی احادیث پر مشتمل تھی پھر اس کا اختصار کر کے "السنن الصغریٰ" اور "المجتبیٰ" کے نام سے دوسری کتاب لکھی یہی مشہور "سنن نسائی" ہے۔

امام نسائی نے اس کی تمام احادیث کو صحیح بتایا ہے لیکن بعض روایات سند کے لحاظ سے معلول اور متن کے لحاظ سے صحیح ہیں یہ کتاب صحیحین کے بعد بلحاظ صحت آتی ہے کیونکہ سنن کی کتابوں میں سے اس میں ضعیف و مجروح راوی قلیل تر ہیں اور اس کی شرط ابوداؤد و ترمذیؒ سے شدید تر ہے کیونکہ نسائیؒ ان دونوں سے زیادہ راویوں کی چھان پھٹک کرتا ہے۔

سنن نسائی کا شاندار حاشیہ بھی چھپ چکا ہے "سنن نسائی مع التعلیقات السلفیہ از مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ"

امام ابن ماجہؒ

ابتدائی حالات

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ الملقب بہ ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ میں ایران کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔

ابن ماجہؒ کے لقب کے بارے میں تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ ان کے والد یزید ماجہ کے نام سے مشہور تھے اس لیے بطور کنیت ابن ماجہ مشہور ہوگئے

Marfat.com

قبیلہ ربیعہ سے اُن کا رشتہ "موالات" تھا اس لیے "الربعی" یا "مولیٰ ربیعہ" بھی کہلاتے ہیں۔

قزوین علماء و فضلاء کا مرجع تھا۔ اُس زمانے میں علی بنؒ محمد اسماعیل بن ابو سہلؒ، ہارون بنؒ موسیٰ تمیمی وغیرہ مسندِ درس و افتاء پر فائز تھے۔ امام ابن ماجہؒ نے ان ہی محدثین وقت سے استفادہ کیا ان کی ابتدائی زندگی کے حالات زیادہ نہیں ملتے البتہ اُن کے تعلیمی سفروں کا ذکر آتا ہے۔

انہوں نے عرب، عراق، شام، مصر اور خراسان کے اکثر بلاد کا سفر کیا اور حدیث کی سماعت کی۔

ابن ماجہؒ ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو قزوین میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے۔

سنن ابن ماجہؒ

سنن ابن ماجہؒ میں بعض ایسے راویوں کی احادیث درج ہیں جن پر جھوٹ اور احادیث کے سرقہ کا الزام ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین نے ابن ماجہؒ کی سنن صحاح میں شمار نہیں کیا تھا۔ ان کے نزدیک صحاح خمسہ مشہور تھیں اور سنن ابن ماجہ کو فقہی استنباط کے لیے مفید جان کر صحاح میں شامل کیا اور صحاح کی تعداد خمسہ سے ستہ ہو گئی۔

بعض محدثین نے سنن دارمی کو اس پر مقدم کیا ہے اور شاہ ولی اللہؒ نے چھٹی کتاب ابن ماجہ کی بجائے موطا کو قرار دیا ہے کیونکہ اسے احادیث میں اوّلیت کا مقام حاصل ہے۔

ائمہ اربعہ اور اُن کی تصانیف

امام ابو حنیفہؒ

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمانؒ۔ فقہ کے مسلم امام ہیں آپ کے جد امجد نعمانؒ

Marfat.com

مشرف بہ اسلام ہوئے اور ایران سے ہجرت کر کے کوفے میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے ثابت کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو پیار دیا اور دعا فرمائی کوفہ چونکہ علم کا مرکز اور اولوالعزم صحابہ کرامؓ بالخصوص خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مستقر تھا۔ اس لیے باپ بیٹا یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

امام ابوحنیفہ کی پیدائش ۸۰ھ کو کوفہ میں ہوئی۔ جب بڑے ہوئے تو اپنے والد کے ساتھ ریشمی کپڑے کے کاروبار میں مشغول ہوئے امور کاروبار میں امانت و دیانت آپ کا شیوہ تھا۔ لین دین میں ٹال مٹول کرنے سے انہیں نفرت تھی — اخلاص و ہمدردی کا پیکر تھے علاوہ ازیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مجتہد تھے۔ قرآن و حدیث اور صحابہ کرامؓ کے اقوال و آثار سے مسائل کا حل کرتے مگر اندھی تقلید کے امام صاحبؒ خود بھی قائل نہ تھے اور دوسروں کو بھی تقلید سے منع فرماتے مگر ان صحیح مسائل کی جو قرآن و سنت سے ہوتے ان کی تقلید کو واجب گردانتے اگر آپ کا قول یا فعل حدیث کے خلاف ہوتا تو فرما دیتے ایسی صورت میں میرے اس قول یا فعل کو دیوار سے مار دو۔ کیونکہ مجتہد کبھی مسائل کے استنباط میں درستگی کو پہنچتا ہے۔ اور کبھی اس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے مگر ثواب دونوں صورتوں میں اسے ملتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امام صاحبؒ سے آپؒ کے شاگردوں (ابو یوسف ۔ محمد ۔ زفر ۔ حسن) نے نوے فیصد مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

کتاب الآثار متقدمین میں چونکہ تصنیف و تالیف کا رواج زیادہ نہ تھا بلکہ محض درس و تدریس اور حافظہ پر اکتفاء کیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوائیں جن کا نام کتاب الآثار رکھا اور کتاب الآثار میں آپ نے جن جن مشائخ سے روایت کی تھی۔ آپ کے لائق شاگردوں نے اس کو ان شیوخ کی ترتیب سے علیحدہ علیحدہ ترتیب دی اور وہ روایات مسانید امام اعظمؒ کے نام سے معروف ہوئیں۔

امام مالکؒ

ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک بن عامر اصبحی۔

Marfat.com

آپ ۹۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ نے مدینہ منورہ میں رہ کر ہی علم حدیث و فقہ پڑھا اور مدینہ سے باہر جانا اس لیے گوارا نہ کیا۔ کہ مدینۃ الرسول کا چھوڑنا گوارا نہ تھا۔ چنانچہ یہاں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، زید بن ثابتؓ، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات کے فیض یافتہ تابعین موجود تھے۔ اور لوگوں کو علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال کر رہے تھے۔ امام مالکؒ نے ان ہی صاحبِ کمال بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔

آپ بیک وقت بلند پایہ محدث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ جیسے بلند پایہ مجتہد اور امام ابوحنیفہ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد جیسے عظیم فقیہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ بھی بڑے محدث اور مجتہد تھے اور عوام کو اندھی تقلید اور شخصی تقلید سے جابجا روکتے تھے اور قرآن و حدیث کو ہی مشعلِ راہ گردانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تشنگانِ علم بلاد و امصار سے سفر کر کے آپ کے پاس آئے اور حدیث و فقہ کی تعلیم آپ سے حاصل کی اور ان کی وجہ سے افریقہ، مصر، اندلس، بصرہ، بغداد میں فقہ مالکی کی اشاعت ہوئی حتیٰ کہ آپ نے ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی۔

مؤطا امام مالکؒ اگرچہ دورِ تابعین اور خلفاء بنی امیہ کے ایماء پر تدوینِ حدیث کا کام شروع تھا لیکن یہ سب کام ایک مواد کی صورت میں تھا۔ اس کی کوئی خاص ترتیب نہ تھی۔ لیکن امام مالکؒ نے سب سے پہلے ابواب کے لحاظ سے احادیث کی کتاب مؤطا اپنے شاگردوں سے لکھوائی جس کے تیس سے زیادہ نسخے تھے جن میں زیادہ شہرت دو نسخوں کو حاصل ہوئی۔ ایک نسخہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کی روایت ہے اور دوسرا امام محمد بن حسنؒ۔

امام شافعیؒ

امام محمد بن ادریس شافعیؒ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے آپ نسباً قریشی ہیں۔ آپ کے والد ادریس کسی وجہ سے مکہ چھوڑ کر غزہ میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے اجداد میں حضرت شافعؓ صحابیٔ رسول تھے۔ ان ہی کی نسبت سے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔ آپ دو سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی

Marfat.com

والدہ ماجدہ آپ کو آبائی وطن مکہ مکرمہ لے آئیں۔

قدرت نے آپ کو بہترین ذہنی صلاحیتوں سے بہرہ مند فرمایا تھا۔ ابھی آپ نو سال کے تھے کہ آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا اور اس کے بعد ادب عربی اور علوم دینیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جلد ہی آپ نے علوم شریعت میں مہارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ مدینے پہنچے اور امام مالکؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ جس سے آپ کی خداداد صلاحیتوں کو جلا ملا۔ آپ نے امام مالکؒ کے علاوہ بعض دوسرے اصحاب علم سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ تشنگان علم کو کہا کرتے تھے کہ جو شخص دلیل کے بغیر علم حاصل کرے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو رات کے وقت ایندھن چنے اور گٹھا اٹھا لے جائے اور اسے خبر نہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ بھی ہو جو اسے ڈس لے۔ مزنی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید کرنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ دینی مسائل پر خوب غور کیا جائے اور پوری احتیاط مدنظر رکھی جائے۔ چنانچہ امام شافعیؒ اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا کرتے تھے۔ "اے ابو اسحاق! میری ہر بات میں تقلید نہ کیا کرو خود بھی غور کیا کرو کیونکہ اس کا تعلق دین سے ہے۔ اگر بغیر غور و فکر کے تقلید کرنا چاہتے ہو تو سید الرسل ختم الرسل کی تقلید کی جائے" اور آپ نے اپنے شاگردوں کو کئی ایک مسائل تحریر کروائے یہاں تک ۲۰۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

مسند شافعی مسند شافعی جو آپ کے شاگرد رشید محمد بن یعقوب نے مرتب کی اس کے علاوہ آپ کی تصنیف "الرسالۃ فی ادلۃ الاحکام" ہے۔ جس میں آپ نے کتاب و سنت اور اجماع و قیاس پر اصولی طور پر بحث کی ہے۔ آپ کی ایک تصنیف "کتاب الأم" بھی ہے۔ یہ آپ کی مشہور کتاب ہے جس میں فقہی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ

ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل۔ آپ کے والد کا نام محمد اور دادا کا نام حنبل تھا۔ دادا کی نسبت سے آپ ابن حنبل مشہور ہوئے۔ آپ کے دادا عہد بنو امیہ میں خراسان کے شہر سرخس کے حاکم تھے۔ آپ ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا

Marfat.com

ہوئے اور بچپن میں ہی والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی تربیت والدہ نے کی آپ نے ہشیم اور سفیان بن عیینہ وغیرہ کے طبقہ میں اکابر محدثین سے حدیث سنی اور امام بخاری، امام مسلم اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے ان سے روایت کی امام شافعی کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سے نکلا تو وہاں احمد بن حنبل سے زیادہ افضل زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ کسی شخص کو نہیں چھوڑا۔

امام شافعی جب بغداد میں آئے تو امام احمد بن حنبل نے اُن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اُن کے بغدادی شاگردوں میں سب سے بڑے ہیں۔ اس کے بعد خود اجتہاد کیا اور وہ اُن اہلِ حدیث مجتہدین میں ہیں۔ جو امام شافعی کی طرح صحیح السند ہونے کی حالت میں خبرِ واحد پر بلا شرط عمل کرتے ہیں اور اقوالِ صحابہ کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ تم اپنے مذہبی معاملات پر خوب غور کیا کرو۔ کیونکہ غیر معصوم شخص کی تقلید کرنا مذموم ہے۔ اس سے بصیرت اندھی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے امام ابو داؤد سے فرمایا۔ نہ میری تقلید کرو اور نہ امام مالک، ثوری اور اوزاعی کی تقلید کرو اور جہاں سے انہوں نے علم حاصل کیا ہے وہاں سے تم بھی علم حاصل کرو وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کی یہ ناسمجھی ہے کہ وہ اپنے مذہب میں بھی لوگوں کی تقلید کرے۔

آپ کو مسئلہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں حکامِ وقت کے بے پناہ مظالم کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ کی ثابت قدمی میں مطلق فرق نہ آیا۔ آپ نے ۷۷ سال کی عمر میں ۲۴۱ھ کو وفات پائی۔

مسند امام احمد: حدیثِ نبوی سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ آپ کو بہت بڑی تعداد میں احادیث یاد تھیں۔ آپ کا مرتب کردہ مجموعۂ احادیث "مسند امام احمد" کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں چالیس ہزار سے زیادہ احادیث موجود ہیں اور مکررات کے حذف سے تیس ہزار رہ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کتابِ فضائل صحابہ، کتابِ مناقب الصدیق والحسنین، کتاب الاشربہ، کتاب الزہد تالیف فرمائیں۔ جہاں آپ ایک بلند پایہ محدث تھے وہاں فقہ میں بھی آپ کو ممتاز مقام حاصل رہا ہے۔

Marfat.com

اصولِ حدیث

اس حصّہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مصنف شرح نخبۃ الفکر (اصول حدیث پر مشہور کتاب) کے حالاتِ زندگی اور کتاب مذکورہ کی تلخیص مدرج کی گئی ہے۔

Marfat.com

حالاتِ زندگی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

نام و نسب حافظ ابن حجرؒ عسقلانی کا نام احمد لقب شہاب الدین کنیت ابوالفضل اور عرف ابن حجر تھا۔

شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلویؒ نے شجرۂ نسب یوں نقل کیا ہے۔

"ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی۔

تاریخ ولادت حافظ ابن حجرؒ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ / یکم مارچ ۱۳۷۲ء کو مصر میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ماں اور باپ دونوں کے دستِ شفقت سے محروم ہو گئے۔

تعلیم و تربیت حافظ ابن حجرؒ نے اپنے ایک سرپرست زکی الدین الخروبی کی نگرانی میں پرورش پائی۔ نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور قلیل مدت میں صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔

اس کے بعد اپنے عہد کے مشہور اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور طلب حدیث کے لیے کئی سفر کئے۔ اس سلسلہ میں مصر، حجاز، شام اور یمن کے سفروں کا تذکرہ ملتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے بیسیوں اساتذہ کرام میں ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) سراج الدین بلقینی، محب الدین ابن ہشام (م ۷۹۹ھ) اور حافظ زین الدین عراقی (م ۸۰۰ھ) کے نام ملتے ہیں۔

حافظہ حافظ ابن حجرؒ نہایت تیزی سے پڑھتے تھے صحیح بخاری دس مجلسوں میں پوری پڑھ لی تھی اور ہر مجلس چار گھنٹوں کی (ظہر تا عصر) کی ہوتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس قدر تیز پڑھنا قابلِ تعریف ہے۔ لیکن تیز پڑھنے میں یہ نقص بھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تصنیفات میں جو الجھاؤ ہے اُس کا سبب یہی ہے۔

عہدۂ قضا حافظ ابن حجرؒ نے منصبِ قضا قبول کرنے سے کئی بار معذرت کی آخر اپنے دوست قاضی القضاۃ جلال الدین بلقینی کی استدعا پر

Marfat.com

اسس کا نائب بننا قبول کر لیا محرم ۸۲۷ھ / دسمبر ۱۴۲۳ء میں قاہرہ اور اس کے مضا
کا منصب قضا انہیں سونپ دیا گیا اور تقریباً اکیس برس تک اس عہدے پر فائز رہے
کے دوران درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ وہ قاضی، خطیب
اور ایک مقبول استاد تھے۔

اخلاق و عادات

حافظ ابن حجرؒ پاکیزہ اخلاق، شیریں گفتار اور حلیم الطبع
تھے۔ دوستوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ حیر
ہے کہ عام زندگی میں جس قدر حلیم الطبع تھے۔ اپنی تصنیفات میں اتنے ہی بے
نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر حنفی فقہاء اُن کے قلم کی زد میں آئے ہیں۔
ملا کاتب چلپی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ

"حافظ ابن حجرؒ کا قلم لوگوں کے معائب (عیوب) بیان کرنے میں خراب تھا
اور زبان اچھی تھی۔ کاش معاملہ اُلٹا ہوتا کہ اچھی چیز باقی رہتی"۔

تاریخ وفات

حافظ ابن حجرؒ نے ۲۸ ذوالحجہ ۸۵۲ھ / ۲۳ فروری ۱۴۴۹ء
کو انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔۔۔

تصنیفات

اُن کی تصنیفات کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہیں۔
زیادہ تر حدیث، رجال اور تاریخ سے متعلق ہیں۔

۱ - فتح الباری فی شرح صحیح البخاری۔
۲ - تہذیب التہذیب۔
۳ - تقریب التہذیب۔
۴ - نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔
۵ - شرح نخبۃ الفکر وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اُصولِ حدیث

اُصولِ حدیث کی تعریف اُصولِ حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال مقبول اور مردود ہونے کی حیثیت سے معلوم کئے جائیں۔

اُصولِ حدیث کا موضوع علم اُصولِ حدیث کا موضوع اس کا راوی اور مروی عنہ ہونا۔

اُصولِ حدیث کی غرض وغایت علم اُصولِ حدیث کی غرض وغایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کرکے مقبول پر عمل کیا جائے اور مردود (غیر مقبول) سے بچا جائے۔

حدیث کی تعریف جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی اکرمؐ کے قول وفعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کسی صحابیؓ نے آپؐ کے سامنے کوئی فعل کیا ہو یا کوئی قول پیش کیا ہو لیکن آپؐ خاموش رہے ہوں بلکہ اُسے پختہ کر دیا ہو۔

حدیث اور خبر میں فرق جمہور محدثین کے نزدیک حدیث اور خبر آنحضرت صلعم کے قول پر بولی جاتی ہے۔

لیکن علامہ حافظ ابن حجرؒ نے حدیث کی تعریف میں لکھا ہے کہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوتی ہے اور خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے مروی ہوتی ہے تو اس لحاظ سے اُن کے درمیان نسبت عموم خصوصِ مطلق کی ہوئی کہ ہر خبر حدیث نہیں ہو سکتی لیکن ہر حدیث خبر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خبر عام ہے اور حدیث خاص ہے۔

بعض نے اُن کے درمیان نسبت تباین کلی ذکر کی ہے کہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے مروی ہوتی ہے اور خبر بادشاہوں سے مروی ہوتی ہے (واللہ اعلم بالصواب)

Marfat.com

حدیث کی تقسیم

حدیث دو قسم پر ہے:

۱- خبرِ متواتر:- وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ اُن سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقلِ سلیم محال سمجھے۔

۲- خبرِ واحد:- وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں پھر خبرِ واحد مختلف اعتبارات سے کئی قسم پر ہے۔

خبرِ واحد کی پہلی تقسیم

خبرِ واحد اپنے مُنتہیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔

۱- مرفوع: وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلعم کے قول و فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۲- موقوف: وہ حدیث ہے جس میں صحابیؓ کے قول و فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

۳- مقطوع: وہ حدیث ہے جس میں تابعیؒ کے قول و فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

(فائدہ) بعض نے ان تینوں (مرفوع، موقوف، مقطوع) کو اثر کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مرفوع حدیث کو صرف اثر کہیں گے۔ جیسا کہ کُتب میں ذکر ہے الادعیۃ المأثورۃ عن النبیؐ (منقول شدہ دُعائیں از آنحضرت صلعم)

خبرِ واحد کی دوسری تقسیم

خبرِ واحد عدد رواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے۔ ۱- مشہور ۲- عزیز ۳- غریب

۱- مشہور: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

۲- عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

۳- غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

خبرِ واحد کی تیسری تقسیم

خبرِ واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے۔

۱- صحیح لذاتہ ۲- حسن لذاتہ ۳- ضعیف ۴- صحیح لغیرہ ۵- حسن لغیرہ

۶- موضوع ۷- متروک ۸- شاذ ۹- محفوظ ۱۰- منکر

۱۱- معروف ۱۲- معلّل ۱۳- مضطرب ۱۴- مقلوب

۱۵- مصحف ۱۶- مُدرج -

Marfat.com

۱- صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے کُل راوی عادل کامل الضبط اور اس کی سند متصل ہو معلل اور شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

۲- حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کی اس میں موجود ہوں۔

۳- ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط عدم موجود ہوں۔

۴- صحیح لغیرہ: اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

۵- حسن لغیرہ: اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

۶- موضوع: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیثِ نبوی جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہوں۔

۷- متروک: وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلوم فی الدین کے مخالف ہو۔

۸- شاذ: وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعتِ کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

۹- محفوظ: وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔

۱۰- منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعتِ ثقات کے مخالف روایت کرے۔

۱۱- معروف: وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

۱۲- معلل: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہرِ فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کا کام نہیں۔

۱۳- مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

۱۴- مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

Marfat.com

۱۵۔ مصحف: وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں و حرکتوں و سکونوں کی تغییر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

۱۶۔ مُدرج: وہ حدیث ہے۔ جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

خبرِ واحد کی چوتھی تقسیم

خبرِ واحد سقوط و عدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ ۱۔ متصل ۲۔ مُسند ۳۔ منقطع ۴۔ معلق ۵۔ معضل ۶۔ مرسل ۷۔ مدلس

۱۔ متصل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

۲۔ مسند: وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

۳۔ منقطع: وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہے۔

۴۔ معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں۔

۵۔ معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں۔

۶۔ مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

۷۔ مُدلس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

خبرِ واحد کی پانچویں تقسیم

خبرِ واحد صیغہ اداء کے اعتبار سے دو قسم پر ہے ۱۔ معنعن ۲۔ مسلسل۔

۱۔ معنعن: وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عَنْ ہو اور اس کو عَنْ عَنْ بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ مسلسل: وہ حدیث جس کی سند میں صیغہ اداء کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

بیان صیغ اداء

محدثین حدیث کو اداء کرتے وقت مندرجہ ذیل الفاظ میں سے اکثر ایک لفظ استعمال کیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ حَدَّثَنِیْ ۲۔ اَخْبَرَنِیْ ۳۔ اَنْبَأَنِیْ ۴۔ حَدَّثَنَا ۵۔ اَخْبَرَنَا۔
۶۔ اَنْبَأَنَا ۷۔ قُرِءَتْ ۸۔ قَالَ لِیْ فُلَانٌ ۹۔ ذَکَرَ لِیْ فُلَانٌ
۱۰۔ رَوٰی لِیْ فُلَانٌ ۱۱۔ کَتَبَ اِلَیَّ فُلَانٌ ۱۲۔ عَنْ فُلَانٍ
۱۳ قَالَ فُلَانٌ ۱۴۔ ذَکَرَ فُلَانٌ ۱۵۔ رَوٰی فُلَانٌ
۱۶۔ کَتَبَ فُلَانٌ۔

حَدَّثَنِیْ وَ اَخْبَرَنِیْ میں فرق

متقدمین کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور متاخرین کے نزدیک یہ فرق ہے کہ اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنے تو شاگرد کے تنہا ہونے کی صورت میں حَدَّثَنِیْ اور بہت ہونے کی صورت میں حَدَّثَنَا کہا جاتا ہے۔ اور اگر شاگرد پڑھے اور استاد سنے تو شاگرد کے تنہا ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنِیْ اور بہت ہونے کی صورت میں اَخْبَرَنَا کہا جاتا ہے۔

ناسخ و منسوخ

دوسرا حکم پہلے حکم کو ختم کر دے پہلے حکم کو متقدم اور دوسرے حکم کو متاخر کہا جاتا ہے۔

ناسخ و منسوخ حدیث کی چند اقسام ہیں۔

۱۔ نبی اکرم متقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ قرار دیں۔
مثلاً پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا بعدازاں رخصت دے دی۔
"قال النبی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا"۔

۲۔ صحابی کے قول سے حدیث کو منسوخ ٹھہرایا جائے۔
عن ابی بن کعب أنہ قال "کان الماء من الماء رخصۃ فی اول الاسلام ثم نھی عنھا"۔
کہ شروع اسلام میں غسل جنابت کی رخصت تھی بعدازاں غسل جنابت ضروری ٹھہرایا گیا۔

۳۔ جو تاریخ سے حکم منسوخ ہو۔
جیسا کہ شداد بن اوس کی روایت میں یہ ہے کہ سنگھی لگانے اور لگوانے والا دونوں روزہ افطار کریں مگر حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے سنگھی لگوائی اور روزہ دار رہے۔

Marfat.com

تو یہاں پر امام شافعیؒ نے واضح کیا ہے کہ روایتِ شداد کا واقعہ ۸ ہجری فتح مکہ کے وقت کا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا واقعہ ۱۰ ہجری حجۃ الوداع کا ہے لہٰذا پہلا حکم منسوخ اور دوسرا ناسخ ہے۔

۴۔ جو اجماع سے حکم منسوخ ہو۔

مثلاً حدیث ہے کہ شرابی کو چوتھی بار شراب پیتے وقت قتل کیا جائے تو اجماع سے اسے متفقہ طور پر ترک کیا گیا۔

جرح وتعدیل کا بیان

محدثین جب کسی راوی کی توثیق وتعدیل بیان کرتے ہیں تو کئی طرح کے الفاظ استعمال کیا کرتے ہیں بعض توثیق میں اعلیٰ ہیں اور بعض متوسط اور بعض ادنیٰ ذیل میں ان سب الفاظ کو اعلیٰ سے ادنیٰ تک بالترتیب معتبر ذکر کیا جاتا ہے۔

الفاظ تعدیل

۱۔ ثبت حجۃ ۲۔ ثبت حافظ ۳۔ ثقہ متقن ۴۔ ثقہ ثبت
۵۔ ثقہ ثقہ ۶۔ ثقہ ۷۔ صدوق ۸۔ لا بأس
۹۔ لیس بہ بأس ۱۰۔ محلہ الصدق ۱۱۔ جید الحدیث ۱۲۔ صالح الحدیث
۱۳۔ شیخ وسط ۱۴۔ شیخ حسن الحدیث ۱۵۔ صدوق انشاء اللہ ۱۶۔ صویلح وغیرہا۔

الفاظ جرح

۱۔ دجال کذاب ۲۔ وضاع یضع الحدیث ۳۔ متہم بالکذب
۴۔ متفق علی ترکہ ۵۔ متروک ۶۔ لیس بثقۃ ۷۔ سکتوا عنہ
۸۔ ذاہب الحدیث ۹۔ فیہ نظر ۱۰۔ ہالک ۱۱۔ ساقط ۱۲۔ واہ بمرۃ
۱۳۔ لیس بشیء ۱۴۔ ضعیف جداً ۱۵۔ ضعفوہ ۱۶۔ ضعیف واہ ۱۷۔ یُضعَّف
۱۸۔ فیہ ضعف ۱۹۔ قد ضعف ۲۰۔ لیس بالقوی ۲۱۔ لیس بذاک ۲۲۔ لیس بحجۃ
۲۳۔ یعرف وینکر ۲۴۔ فیہ مقال ۲۵۔ تکلم فیہ ۲۶۔ لیّن ۲۷۔ سیئ الحفظ
۲۸۔ لا یحتج بہ ۲۹۔ اُختُلِفَ فِیہِ ۳۰۔ صدوق لکنہ ۳۱۔ مبتدع وغیرہ

وجوہ طعن کا بیان

وجوہ طعن پانچ ہیں۔
۱۔ جھوٹ بولنا ۲۔ جھوٹ کے ساتھ تہمت لگانا
۳۔ اظہار فسق ۴۔ جہالت کا ہونا ۵۔ بدعت کا مرتکب۔

علاوہ ازیں وجوہ طعن متعلق بالضبط وہ بھی پانچ ہیں: ۱۔ غفلت کا زیادہ ہونا

Marfat.com

۲- غلطی کا زیادہ ہونا ۳- ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا ۴- وہم کا پایا جانا۔
۵- بُرا حافظہ ہو جانا

بیان کُتب حدیث

کُتب حدیث میں مختلف اعتبار سے مشہور دو نوعیت ہیں۔

پہلی تقسیم

حدیث کی کتابیں وضع و ترتیب مسائل کے لحاظ سے ۹ قسم پر ہیں :-
۱- جامع ۲- سنن ۳- مسند ۴- معجم ۵- جُزء ۶- مفرد ۷- غریب
۸- مستخرج ۹- مستدرک۔

۱- جامع : وہ کتاب ہے جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سیر، فتن علامات قیامت وغیرہ ہر قسم کے مسائل کی احادیث مندرج ہوں جیسے "جامع بخاری" "جامع ترمذی"

سیر آداب و تفسیر و عقائد فتن احکام و اشتراط و مناقب

۲- سنن : وہ کتاب ہے جس میں کتاب الطہارت سے لے کر آخر کتاب الوصایا تک فقہ کی ترتیب پر احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے "سنن ابو داؤد" "سنن نسائی" "سنن ابن ماجہ"

۳- مُسند : وہ کتاب ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب رُتبی یا ترتیب حروفِ تہجی یا تقدم، تأخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے "مُسند احمد" و "مسند دارمی"

۴- معجم : وہ کتاب ہے جس کے اندر وضع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہو جیسے "معجم طبرانی"

۵- جُزء : وہ کتاب ہے جس میں کسی ایک مسئلہ یا ایک نوع کے مسائل پر احادیث جمع کی گئی ہوں۔ جیسے جزء رفع الیدین للبخاری و جزء القرأۃ للبیہقی۔

۶- مفرد : وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک شخص کی کل مرویات ذکر ہوں۔

Marfat.com

۷۔غریب : وہ حدیث ہے جس میں ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ہیں وہ ذکر ہوں۔
۸۔مستخرج : وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جیسے "مستخرج ابوعوانہ"، "مستخرج الاسماعیلی علی صحیح البخاری"
۹۔مستدرک : وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اس کی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کر دیا گیا ہو جیسے "مستدرک حاکم"

دوسری تقسیم

کتبِ حدیث مقبول وغیرہ مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں :۔
پہلی قسم : پہلی قسم میں وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔
۱۔مؤطا امام مالکؒ ۲۔صحیح بخاری ۳۔صحیح مسلم ۴۔صحیح ابن حبان ۵۔صحیح حاکم۔
۶۔مختارہ ضیاء مقدسی ۷۔صحیح ابن خزیمہ ۸۔صحیح ابن عوانہ ۹۔صحیح ابن سکن۔
۱۰۔منتقی ابن جارود۔
دوسری قسم : وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں اور حسن وضعیف ہر طرح کی ہیں مگر سب قابلِ احتجاج ہیں کیونکہ ان میں جو حدیثیں ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں جیسے سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی، مسند احمد۔
تیسری قسم : تیسری قسم میں وہ کتابیں ہیں جن میں حسن، صالح، منکر ہر نوع کی حدیثیں ہیں۔
جیسے ۱۔سنن ابن ماجہ ۲۔مسند طیالسی ۳۔زیادات ابن احمد بن حنبل۔
۴۔مسند عبدالرزاق ۵۔مسند سعید بن منصور ۶۔مصنف ابی بکر بن ابی شیبۃ
۷۔مسند ابویعلی موصلی ۸۔مسند بزار ۹۔مسند ابن جریر ۱۰۔تہذیب ابن جریر۔
۱۱۔تفسیر ابن جریر ۱۲۔تاریخ ابن مردویہ ۱۳۔تفسیر ابن مردویہ ۱۴۔طبرانی کے معجم کبیر ۱۵۔معجم صغیر ۱۶۔معجم اوسط ۱۷۔سنن دارقطنی ۱۸۔غرائب دارقطنی ۱۹۔حلیہ ابی نعیم ۲۰۔سنن بیہقی ۲۱۔شعب الایمان بیہقی۔
چوتھی قسم : چوتھی قسم میں وہ کتابیں ہیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہیں الا ماشاء اللہ

Marfat.com

۱- جیسے نوادر الاصول حکیم ترمذی ۲- تاریخ الخلفاء ۳- تاریخ ابن نجار۔
۴- مُسند الفردوس دیلمی ۵- کتاب الضعفاء عقیلی ۶- کامل ابن عدی۔
۷- تاریخ خطیب بغدادی ۸- تاریخ ابن عساکر۔

پانچویں قسم: پانچویں قسم میں وہ کتابیں ہیں جن میں موضوع حدیثیں ہیں۔ جیسے:
۱- موضوعات ابن جوزی ۲- موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانی ۳- موضوعات مُلا علی قاری وغیرہ۔

بیان صحاح ستہ

صحاح ستہ ۶ کتابیں ہیں: ۱- صحیح بخاری۔ ۲- صحیح مسلم ۳- سنن ابوداؤد ۴- سنن نسائی۔ ۵- جامع ترمذی۔ ۶- سنن ابن ماجہ۔

اور بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے مؤطا امام مالک اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے کیونکہ اس میں ضعیف اور منکر اور شاذ حدیثیں قلیل ہیں اور اس کی اسانید بلند پایہ کی ہیں۔ اور امام بخاری کی اکثر ثلاثیات مسند دارمی میں ہیں۔

اور اُن ۶ کتابوں کو صحاح کہنا تغلیباً ہے کیونکہ صرف صحیح تو بخاری و مسلم ہی ہیں اور پہلا مرتبہ صحیح بخاری کا ہے اور دوسرا صحیح مسلم کا اور تیسرا سنن ابوداؤد کا اور چوتھا سُنن نسائی کا پانچواں جامع ترمذی کا چھٹا ابن ماجہ کا۔

مذاہب اصحاب صحاح ستہ

امام بخاریؒ مجتہد ہیں (نافع کبیر کشف الحجاب) یا شافعی (طبقات شافعیہ ص ۲/۲)
امام مسلمؒ شافعی ہیں (الیانع الجنی ص ۴۹) امام ابوداؤدؒ حنبلی ہیں (الحطہ ص ۱۲۵) یا شافعی (طبقات شافعیہ ص ۲/۴۸) امام نسائیؒ شافعی ہیں (الحطہ ص ۱۲۷) امام ترمذیؒ اور ابن ماجہ بھی شافعی ہیں (عرف الشذی)

صحیح بخاری پر نوٹ

صحیح بخاری کا اصل نام الجامع الصحیح المسند۔
وجہ تالیف یہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاد محترم اسحٰق بن راھویہ نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے خیال ظاہر کیا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سُنّت میں ایک مختصر کتاب جمع کردو اسی وقت امام صاحب کے ذہن میں یہ خیال مرکوز ہوگیا۔ چنانچہ یہ ہی چنگاری شعلہ بن کر صحیح بخاری شریف کی شکل میں نمودار ہوئی۔

امام صاحبؒ نے اپنی محفوظات میں سے (جو چھ لاکھ احادیث تھیں) اعلیٰ درجہ کی

Marfat.com

صحیح چھ ہزار احادیث جمع کر کے اُستاد محترم کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔
ہر حدیث کے لکھنے سے قبل دو رکعت نفل ادا کرتے اور پھر اسے لکھتے۔ اسی حُسنِ نیتی کا نتیجہ ہے کہ پوری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ امام صاحبؒ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مثلاً الادب المفرد، الجامع الکبیر، التاریخ الکبیر، کتاب الضعفاء، کتاب المبسوط، کتاب العلل لیکن صحیح بخاری کو ان سب میں ایک انفرادی حیثیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی زندگی میں ہی صحیح بخاری کو بلا واسطہ نوّے ہزار آدمیوں نے پڑھ لیا تھا۔

محمد بن مروزی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیمؑ اور حجر اسود کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سُنا کہ اے ابو زید (کنیت محمد بن مروزی ہے) کب تک کُتبِ شافعیہ کا درس دیتے رہو گے۔ میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے۔ عرض کی اے اللہ کے رسول آپؐ کی کتاب کونسی ہے جواب ملا "جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری"۔ ایسا ہی ایک خواب امام الحرمین سے بھی منقول ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں صحیحین (بخاری و مسلم) دونوں ایسی کتابیں ہیں جن میں تمام صحیح اور متصل احادیث ہیں ان پر عمل نہ کرنے والا بدعتی ہے۔ اور ایسے راستے کا متلاشی ہے جو مسلمانوں کے راستہ کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد بقول علامہ الدھر حافظ ابن حجرؒ عسقلانی مکرر سمیت ۷۳۹۷ ہے۔ اس تعداد میں آثار، مرسل و موقوف روایات اور فتاویٰ صحابہ وغیرہ شامل تھے مکرر احادیث کو نکال کر تعداد ۲۶۰۲ ہوتی ہے۔

صحیح مسلم پر نوٹ

امام مسلمؒ کی الجامع الصحیح کا درجہ صحت میں صحیح بخاری کے بعد ہے اس میں چار ہزار صحیح احادیث وارد ہیں اگر مکرر کو بھی شمار کیا جائے تو کل تعداد ۷۲۷۵ ہوتی ہے یہ کتاب تمام صحاح میں حُسنِ ترتیب اور طرز تصنیف میں بہترین ہے۔ امام مسلمؒ ہر باب میں صرف وُہی احادیث درج کرتے ہیں۔ جو اس کے متعلق ہوتی ہیں اسی طرح احادیث کو ڈھونڈنے اور اُن سے استفادہ کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ امام مسلمؒ

Marfat.com

نے اِس کتاب میں مضبوط حافظہ والے ثقہ محدثین سے روایت کی ہے اور اُن کے علاوہ متوسط درجہ کے مستور راویوں کی حدیثیں بھی درج کی ہیں مگر ضعیف راویوں کی حدیث درج نہیں کی جیسا کہ انہوں نے خود اس کتاب کے مقدمہ میں صراحت کردی ہے۔

اِسی کتاب کی تالیف کا سبب یہ تھا کہ جب امام مسلمؒ نے اپنے زمانے کی کتابوں کو دیکھا کہ ان میں احادیث کو تلاش کرنے میں دقت اور صعوبت پیش آتی ہے تو ان کے نزدیک جو احادیث صحیح تھیں ان کو ایک خوبصورت انداز میں حسین ترتیب کے ساتھ جمع کردیا وہ امام بخاریؒ کی طرح مشکل پسند نہیں ہیں آپ کا اصل مقصود یہ تھا کہ لوگ صحیح حدیث کی معرفت حاصل کرکے عمل پیرا ہوسکیں کیونکہ اس وقت لوگ منکر روایات اور قصے کہانیوں کی طرف مائل تھے اور جاہل غلط رسومات کو قبولِ عام تھا اور غلط روایات و رسومات سے لوگ گمراہ ہو رہے تھے۔

اس کتاب میں آپنے اجتہاد و استنباط کی طرف بالکل توجہ نہیں کی حتیٰ کہ ابواب کے نام اور تراجم بھی نہیں درج کئے یہ اُن کے بعد امام نوویؒ وغیرہ نے درج کئے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مابین فرق

امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتاب میں احادیثِ صحیحہ کو شامل کرنے کا التزام کیا ہے اگرچہ یہ دونوں کتابیں صحت میں شریک ہیں مگر صحیح بخاری کو صحیح مسلم پہ ترجیح ہے: اَصَحُّ الْكِتَابِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰه۔

حافظ ابن حجرؒ امام نسائی سے ذکر کرتے ہیں کہ جملہ کتبِ حدیث میں کوئی بھی بخاری سے افضل نہیں محدث اسماعیل اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کی تصنیف کو دیکھا اس کی کتاب کو کثرتِ صحت اور اجتہاد و استنباط کے لحاظ سے شرف حاصل ہے۔

نیز امام مسلمؒ بکثرت ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن سے امام بخاریؒ نے روایت نہیں کی۔ امام دار قطنیؒ کی مجلس میں صحیحین کا تذکرہ ہوا امام صاحب فرمانے لگے اگر امام بخاریؒ موجود ہوتے تو اُن کی موجودگی میں امانت کسی کے سپرد نہ کیا جاتا صحیح بخاری کو

Marfat.com

صحیح مسلم پر اس حیثیت سے بھی فوقیت حاصل ہے امام بخاریؒ امام مسلمؒ کے اُستاد ہیں اور علم حدیث میں آپ سے زیادہ معرفت ہے۔

اور جو شروط بخاری میں ہیں وہ صحیح مسلم میں نہیں امام بخاریؒ صاحب اپنی صحیح بخاری میں وہ احادیث لائے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل اوصاف کے ساتھ متصف ہوں۔ حدیث کا راوی عادل، ضابط، شذوذ کی علت سے محفوظ، اتصال سند ہو اور امام بخاریؒ کے جن راویوں پر گفتگو کی گئی ہے وہ اسی اور امام مسلمؒ کے ایک سو ساٹھ ہیں اکثر یہ راوی جن میں کلام ہوا ہے امام بخاریؒ ان سے مل چکے ہیں اور ان کا جائزہ لے چکے ہیں بخلاف امام مسلمؒ کے کہ اس کے راوی ایسے نہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ امام بخاریؒ کی اکثر احادیث پہلے طبقہ سے ہیں اور امام مسلمؒ کی ایسی نہیں ہیں۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی جن احادیث پر تنقید و جرح کی گئی ہے۔ اُن کی تعداد دو سو دس ہے صحیح بخاری میں ۸۰ اور صحیح مسلم میں ایک سو ہیں باقی ۳۲ میں دونوں مشترک۔ گو صحیح بخاری میں بھی تنقید و جرح شدہ احادیث ہیں مگر اُن کی تعداد اُن صحیح حدیثوں کی بہ نسبت آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

اور اس معاملے میں بھی صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے باقی جن لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے ان کا منشاء صرف حسن ترتیب و تالیف ہے

مُعنعن حدیث کے بارے میں أئمہ کا اختلاف

امام مسلمؒ کے نزدیک ہم عصر ہوں اگرچہ ملاقات ثابت نہ ہو اور امام بخاریؒ کے نزدیک ایک بار ملاقات ثابت ہو جبکہ تدلیس اور انقطاع کا اثبات نہ ہو اور محدثین کے نزدیک قابل قبول ہو گی جب کہ معروف راوی معروف راوی عنہ سے بیان کرے اور مدلس راوی کا معنعن کے ساتھ روایت بیان کرنا مطلق طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔

مُرسل حدیث کے بارے میں أئمہ کا اختلاف

محدثین کے نزدیک مُرسل اور منقطع عدم اتصال کے حکم میں ہیں اور جمہور علماء کہتے

Marfat.com

ہیں کہ اُس پر رد کیا جائے حتیٰ کہ معلوم ہو جائے۔ جو راوی گرا ہے وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مرسل حدیث مطلق طور پر مقبول ہے۔ دلیل اُن کی یہ ہے کہ اُسے علم ہوتا ہے کہ جس کو میں گرا رہا ہوں وہ ثقہ ہے وگرنہ اُسے نہ گراتا امام شافعیؒ کے نزدیک اگر وہ مرسل حدیث دوسری سند سے آ جائے یا وہ حدیث کسی مسند سند سے بیان کی گئی ہو تو وہ قبول کی جائے گی اگرچہ وہ ضعیف بھی ہو اور امام احمدؒ کے نزدیک اگر وہ ثقہ راوی سے ہی روایت کرتا ہو تو مقبول وگرنہ بالاتفاق اُس پر رد کیا جائے گا۔

مُدلّس راوی کی روایت کے متعلق ائمہ کا اختلاف

مُدلّس وہ راوی ہوتا ہے جو کہ اپنے اُستاد سے کوئی حدیث سُنے اور وقتِ بیان اُستاد کے اُستاد کا نام لے دے کہ میں نے فلاں اُستاد سے سُنی۔

ابو العباس تقی الدین احمد بن محمد شمنی نے اپنی کتاب تاج العروس والفوائد البہیہ میں لکھا ہے کہ تدلیس ائمہ اربعہ اور فقہاء اور محدثین کے نزدیک حرام ہے۔

اور امام وکیعؒ فرماتے ہیں جب کہ کپڑے کے ساتھ تدلیس کرنی جائز نہیں (یعنی کپڑے میں کوئی عیب ہو وہ مشتری کو نہ دیکھنے دینا) تو حدیث کے ساتھ تدلیس کیونکر ہو سکتی ہے اور حضرت شعبہؒ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ تدلیس اخو الکذب ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ حدیث میں تدلیس کرنے سے میرے بہتر ہے کہ میں زنا کروں۔

علاوہ ازیں محدثین اور فقہاء کے ایک فریق کے نزدیک تدلیس کرنا جرح ہے۔ "اِنَّ التَّدْلِیْسَ جَرْحٌ" ۔ چنانچہ مُدلّس راوی کی روایت قابلِ قبول نہ ہو گی اگرچہ اس کا سماع معلوم بھی ہو جائے۔

اور بعض کہتے ہیں اگر سماع ظاہر ہو جائے تو تدلیس والی حدیث مقبول ہو گی۔ اور جمہور کے نزدیک تب مقبول ہو گی جب کہ وہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ سفیان بن عیینہ امام شافعیؒ جیسا ان کے بارہ میں رقمطراز ہے لَوْ لَا مَالِكٌ وَسُفْيَانُ لَذَهَبَ عِلْمُ الْحِجَازِ۔ کہ اہل حجاز کے ہاں علم صرف مالک اور سفیان کے وجود سے

Marfat.com

ہے اور جمہور بالاتفاق اُس مُدلّس راوی کی روایت کو قبول نہیں کرتے جو ضعیف راوی سے بیان کرے۔

صحیح، حسن اور ضعیف کے ساتھ عمل بالحدیث

اجماع اُمت کے نزدیک صحیح حدیث پر عمل ہوگا اور اسی طرح عام عُلماء کے نزدیک حسن لذاتہ کے ساتھ عمل ہوگا۔ جب کہ ملحق ہو ساتھ صحیح حدیث کے حُجت پکڑنے میں لیکن امام ابو حاتم رازی اس کے خلاف ہیں اور ضعیف حدیث کے ساتھ بھی عمل کیا جائے گا۔ جب کہ ضعیف حدیث کثرت طرق سے حسن لغیرہ کے مرتبے کو پہنچ جائے اور ایسی ضعیف حدیث کہ کسی دوسری سند سے اُس کی کمی پوری نہ کی گئی ہو تو وہ غیر مقبول ہوگی۔

ثقہ راوی سے منقول خبرِ واحد واجب العمل ہونے کا حکم

جمہور اہل اسلام تابعین، صحابہ، محدثین، فقہاء اور اصحاب رسول کا طریقہ یہ ہے کہ اگر خبر واحد ثقہ راوی سے منقول ہو دیگر شرعی دلائل کی طرح ایک لازم العمل حجت ہے۔ البتہ خبر واحد سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے یقینی نہیں۔

شیعہ حضرات اور قدریہ اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک خبر واحد پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ معتزلہ میں سے بعض کا قول ہے کہ عمل اس روایت پر واجب ہے کہ جس کو دو راوی یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں۔

بعض علماء کے نزدیک واجب العمل وہ روایت ہے جس کو کم از کم چار راوی دوسرے چار راویوں سے روایت کریں۔ جس میں اہل علم نے ان تینوں فریقوں کا رد کیا ہے۔ کہ جب نبی اکرم ؐ بادشاہوں کی طرف خط بھیجتے تو ہر بادشاہ کے پاس ایک ایک قاصد جاتا۔ تو آپ نے ان کو واجب التعمیل قرار دیا اور اسی طرح خلفاء راشدین کا طریقہ بھی یہ تھا کہ ایک شخص کی روایت تسلیم کرتے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اپنے قضایا و فتاویٰ میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض علماء نے خبر واحد کے قبول ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ جب کبھی کسی صحابی یا تابعی سے کوئی دینی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو سائل سے یہ شرط نہیں لگائی جاتی تھی کہ میں یہ مسئلہ کسی اور سے نہیں پوچھوں گا۔ اس سے ظاہر ہوا خبر واحد قابل حجت ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الرسالہ" میں خبر واحد کے قبول ہونے میں تفصیلی گفتگو کی اور ایک مستقل باب باندھا ہے۔

Marfat.com

سہولت سے فائدہ اٹھائیے

محکمہ تعلیم نے مدرسین کے لئے تعلیمی ترقی کے پیش نظر اجازت دے دی ہے کہ وہ محکمانہ امتحانات میں پرائیویٹ طور پر شامل ہو سکتے ہیں۔ میٹرک پاس پی ٹی سی کے امتحان میں۔ ایف اے پاس سی ٹی کے امتحان میں۔ فاضل عربی/فاضل فارسی/فاضل اردو پاس او ٹی کے امتحان میں شامل ہو سکتے ہیں۔ غیر تربیت یافتہ استاد کا تدریسی تجربہ کم از کم نو ماہ ضروری ہے۔ محکمہ تعلیم کی طرف سے منظور شدہ (RECOGNIZE) سکول/مدرسہ کا باتنخواہ مدرس ہونا ضروری ہے۔ امتحان میں شامل ہونے کے لئے پہلے امتحان کی اجازت محکمہ سے حاصل کی جائیگی۔ بعد میں فارم داخلہ اور فیس امتحان جمع کرائی جائے گی۔

او۔ٹی

اورینٹل ٹیچرز کے لئے مندرجہ ذیل پرچے لازمی ہیں

حصہ اول، ۷۰۰ نمبر

۱۔ اصول تعلیم و نفسیات۔ ۲۔ نظم و نسق مدرسہ۔ ۳۔ تربیت جسمانی (عملی)۔ ۴۔ اسلامیات۔ ۵۔ تدریس فارسی/تدریس عربی/اردو معلّٰی ۶۔ تدریس اردو پرچہ "الف"۔ ۷۔ تدریس اردو پرچہ "ب"۔

حصہ دوم۔ عملی امتحان۔ مشقی اسباق۔ ۲۰۰ نمبر

امدادی اور درسی کتب: مکمل کامیاب گائیڈ اصول تعلیم و نفسیات ۱۰/- نظم و نسق مدرسہ ۱۰/- اسلامیات ۱۰/- تربیت جسمانی ۱۰/- تدریس عربی ۱۰/- تدریس فارسی ۱۰/- اردو معلّٰی ۱۰/- تدریس اردو پرچہ الف ۱۰/- تدریس اردو پرچہ ب ۱۰/- بال جبریل ۱۰/- لذت پرواز ۱۰/- شرح بال جبریل، شہپارے ۱۰/- خلاصہ شہپارے ۱۰/- جواب مضمون ۱۰/- سابقہ پرچہ جات مع سلیبس جدید ۱۰/- کامیاب اشارات سبق

خط و کتابت اور منگوانے کا پتہ یاد رکھئے:

مینجر آزاد بک ڈپو۔ اردو بازار۔ لاہور / سرگودھا

Marfat.com

فاضل عربی امتحان کیلئے

انتخاب دیوان الحماسہ	۲۰/-
انتخاب دیوان المتنبی	۱۲/-
انتخاب دیوان حسان	۳/-
انتخاب المفضلیات	۴/-
محیط الدائرہ تلخیص	۴/-
مقامات الخمس للحریری	۱۰/-
العبرات مع آنسو	۳۶/-
الکامل امثال العرب	۱۵/-
تلخیص اسرار البلاغۃ	۴/-
تلخیص مقدمہ ابن خلدون	۱۰/-
تلخیص محاضرات عباسیہ	۶/-
تلخیص تاریخ ادب عربی	۳۰/-
تلخیص تفسیر بیضاوی بقرہ	۱۵/-
تلخیص جواہر العلوم	۸/-
تلخیص اصول تفسیر	۴/-
تلخیص تاریخ قرآن	۴/-
انتخاب موطا امام مالک	۱۵/-
"تاریخ و اصول حدیث"	۱۰/-
تلخیص حجۃ اللہ البالغہ	۱۰/-
تلخیص حماسہ	۸/-
تلخیص ہدایہ اولین	۱۵/-
تلخیص تاریخ فقہ	۱۵/-
تلخیص شمس بازغہ	۴/-
تلخیص تاریخ فلاسفۃ الاسلام	۴/-

فاضل فارسی امتحان کیلئے

سورۃ بقرہ ترجمہ	۶/-
مدارج القواعد	۵/-
تلخیص شعر العجم کامل	۲۴/-
مطلع سعدین مع ترجمہ	۲۴/-
چہار مقالہ مع ترجمہ	۲۰/-
گنجہائے ادب فارسی مترجم	۱۶/-
قصائد قاآنی انتخاب مترجم	۹/-
دیوان حافظ ،،	۱۸/-
پیام مشرق ،،	۱۵/-
خلاصہ مثنوی ،،	۴۰/-
دیوان غنیمت ،،	۲۴/-
پنج حکایت دوم مع ترجمہ	۴۴/-
انتخاب شعر ایران مترجم	۲۴/-
سفینہ دانش مع ترجمہ	۴۵/-
اخلاق جلالی ،،	۳۵/-
کشف المحجوب ،،	۹۳/-
تلخیص دبیر عجم	۱۲/-
کامیاب ترجمہ فارسی	۲۵/-
مضامین فارسی	۲۵/-
خلاصہ اخلاق جلالی	۱۰/-
فلسفہ حکایات مثنوی	۱۰/-
تلخیص مدارج القواعد	۴/-
خلاصہ کشف المحجوب	۱۸/-
فاضل فارسی گائیڈ	۴۰/-

فاضل اُردو امتحان کیلئے

آفتاب دمشق	۳۰/-
مقالات ماجد	۳۳/-
خیالستان	۱۶/-
رستم و سہراب	۱۰/-
امراؤ جان ادا	۱۶/-
مثنوی سحر البیان	۱۵/-
مثنوی گلزار نسیم	۱۲/-
دیوان غالب	۱۲/-
انتخاب غزلیات	۱۶/-
بال جبریل مع شرح	۴۵/-
خلاصہ تاریخ ادب اردو	۱۲/-
،، پنجاب میں اردو	۸/-
،، آب حیات	۸/-
،، گل رعنا	۸/-
،، دکن میں اردو	۱۵/-
،، داستان اسلام سوم چہارم حصہ	۱۵/-
،، آب کوثر	۱۰/-
،، موج کوثر	۱۰/-
ترجمہ حدائق البلاغت	۲۴/-
نشتر ادب	۱۶/-
فن تنقید اور تنقیدیں	۴۰/-
انتخاب فارسی نظم و نثر	۶/-
مضامین اردو	۱۶/-
فاضل اردو گائیڈ	۹۰/-

امتحان او۔ٹی کے لیے

اصول تعلیم و نفسیات	۱۰/-
نظم و نسق مدرسہ	۱۵/-
تربیت جسمانی	۱۲/-
اسلامیات	۱۲/-
تدریس اردو (الف)	۱۶/-
تدریس اردو (ب)	۱۵/-
تدریس فارسی	۱۲/-
تدریس عربی	۶/-
اردو معلیٰ	۳/-
تلخیص شہپارے	۲۰/-
لذت پرواز	۴۰/-
جدید سلیبس مع پرچہ جات	۶/-

امتحان وفاق المدارس سلفیہ

انتخاب تفسیر سورہ بقرہ بیضاوی	۱۵/-
تاریخ تفسیر و اصول تفسیر	۱۰/-
انتخاب ہدایہ اولین	۱۵/-
تاریخ و اصول حدیث	۱۰/-
تلخیص اصول الشاشی	۴/-
شرح عقیدہ طحاویہ	۸/-
انتخاب حجۃ اللہ البالغہ	۶/-
مباحث بخاری اردو	۲۰/-
مضامین عربی	۱۲/-
پرچہ جات وفاق	۱۰/-
تلخیص تاریخ فقہ	۱۵/-